"اکیلی کیوں بدلے وہ؟" داتن نے غراتے ہوئے باہر قدم رکھا تو وہ ٹھہر گیا۔

"تم کیوں نہ بدلو؟ فاتح رامزل کیوں نہ بدلے؟ ساری دنیا کیوں نہ بدلے؟" وہ پورچ پہ قدم قدم اس کے قریب آ رہی تھی۔

بھاری بھرکم داتن نے ہاتھ دونوں پہلوؤں پہ جمار کھے تھے اور غیض وغضب سے چہرہ تمتمانے لگا تھا۔

"صرف میری تالیہ کیوں بدلے؟ اس نے تو طے کر لیا ہے کہ وہ اپنے اصل سے نہیں بھاگے گی اور اپنے ٹیلنٹس کو اپنے عزیز لوگوں کے فائدے کے لئے استعمال کرے گی مگر میں پوچھتی ہوں لڑکے' تم لوگ کیوں نہ بدلو؟ وان فاتح کیوں مصلحت پسندی کی سیاست چھوڑ کے' اپنی بیوی اور اس کے بھائی کے خوف سے آزاد ہو کے اپنے "اصل" کے ساتھ قدیم ملاکہ والا بے خوف انسان کیوں نہ بنے؟" وہ اسے گھورتے ہوئے قریب آ رہی تھی۔ ایڈم کے تاثرات بدلے۔ قدم قدم پیچھے ہٹنے لگا۔

"اور تم کیوں نہ بدلو؟ کب تک خود ترسی کا شکار ہو کے بے روزگار پھرو؟ تم اس ڈنر پہ اسی جگہ کھڑے تھے جہاں عثمان نے کھڑے ہو کے وہ ویڈیو بنائی تھی۔ ہم نے بٹن کیمرے کو چیک کیا تو وہ وائی فائی سے کنیکٹڈ نہیں تھا مگر عثمان کے فون سے ضرور تھا۔ اشعر وغیرہ کے پاس ویڈیو ہو یا نہ ہو' عثمان کے پاس اس کی کاپی ضرور تھی۔ کبھی نہ کبھی اسے لیک ہونا تھا اور تم پہ الزام لگتا۔ مگر جانتے ہو عثمان نے تم پہ الزام کیوں نہیں لگایا؟"

وہ جارحانہ انداز میں آگے بڑھ رہی تھی اور وہ چوکنا سا پیچھے ہٹ رہا تھا۔ دیوار سے کمر ٹکرائی تو رک گیا۔

"کیونکہ تالیہ نے تمہیں وہ ڈھال تھما دی تھی جس کو اٹھائے تم کسی کی خبر لیک کر سکتے ہو' کسی کا راز کھول سکتے ہو' کسی کی جاسوسی کر سکتے ہو۔ تمہیں اس چیز کا لائسنس مل گیا ہے' ایڈم۔ اور جانتے ہو وہ ڈھال کیا ہے!"

"رپورٹر ہونا!" دیوار سے لگا ایڈم دھیرے سے بولا۔ اس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ "کیونکہ رپورٹر یہ سب کر سکتا ہے۔"

"بالکل' ایڈم بن محمد!" داتن اس کے عین سامنے کھڑی اسے گھور رہی تھی۔ "تمہیں اب immunity مل گئی ہے۔ اور جاب بھی۔ تمہیں کیا لگتا تھا' تمہیں بغیر کسی ڈگری یا قابلیت کے اتنے بڑے اخبار میں یونہی جاب مل جائے گی؟ وہ ویڈیو تمہاری سی وی تھی۔ اسی سے تمہیں عزت ملنے لگے گی۔ وہ ویڈیو وان فاتح کے گرد سے عثمان جیسے لوگوں کو دور کرنے کا ہتھیار تھی۔ وان فاتح کو آزاد کرنے کی چابی تھی۔ آئیندہ کوئی بھی فاتح کی ویڈیو بنانے کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ اس ویڈیو سے اس کو ملنے والی عزت اشعر جیسے لوگوں کی عبرت کے لئے کافی ہے۔ اس لئے آئیندہ تالیہ پہ غصہ کرنے کی بجائے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے یہ گیٹ پھلانگنا تو بہتر ہوگا۔"

ایڈم پہ گھڑوں پانی پڑ چکا تھا۔

تو یہ طے تھا کہ صرف تالیہ کو نہیں بدلنا تھا۔ اس کے گرد موجود باقی دنیا کو بھی تالیہ کے مطابق خود کو تبدیل کرنا تھا۔ چاہے خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔

’’ظاہر ہے جب میں نے سنا تو مجھے ....غصہ آیا مگر....‘‘ ایڈم نے ہونٹ کاٹتے شانے اچکا دیے۔ الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ پھر ایک دم وہ چونکا۔’’آپ نے کہا قدیم ملاکہ والا فاتح۔ آپ کو.....کیسے پتہ؟‘‘

داتن نے گہری سانس لی‘ ہاتھ پہلوؤں میں گرائے اور آنکھیں گھمائیں۔’’ظاہر ہے تالیہ میری بہترین دوست ہے۔ اس نے تمہارے وقت کے سفر کی روداد پہلے دن ہی سنا دی تھی مجھے۔‘‘

’’پہلے دن؟‘‘ ایڈم نے مشکوک انداز میں ابرو اٹھائی۔

’’مطلب دوسرے دن۔‘‘

ایڈم نے دوسری ابرو بھی اٹھائی۔

’’مطلب ....کل ....کل بتایا اس نے۔‘‘ داتن برے موڈ سے بولی تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔ ماحول سے تلخی خود بخود جانے لگی۔

’’تو بالآخر انہوں نے آپ پہ یقین کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔‘‘ اس کے چہرے کی سرخی ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی مگر اب وہ بہتر محسوس کر رہا تھا۔ چیزیں سیاہ اور سفید نہیں ہوتیں‘ چیزیں اس سے زیادہ پیچیدہ ہوتی ہیں۔

’’اس کو ہمیشہ سے مجھ پہ یقین تھا۔‘‘ اس نے شانے اچکائے پھر اسے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

☆......☆......☆

کچھ دیر بعد وہ دونوں لاؤنج سے ملحقہ اوپن کچن میں میز کے گرد بیٹھے تھے۔ ماحول کی تلخی اب چائے کی خوشبو میں گھل کے عنقا ہو چکی تھی۔ البتہ داتن کے چہرے کے زاویے بدستور اکھڑے اکھڑے سے تھے۔

’’آج چائے ٹھیک سے نہیں بنی۔ ضائع ہونے سے بہتر ہے تم پی لو۔ تمہیں اپنے کڑوے رویے کی سزا بھی تو ملنی چاہیے۔‘‘

’’آپ مجھے اس چیز کے ساتھ بھی چائے کی پیشکش کر سکتی تھیں جس کو خوش اخلاقی کہتے ہیں۔‘‘

’’میرے اندر وہ چیز ناپید ہے‘ خوش؟‘‘ وہ اسی طرح ماتھے پہ بل لیے اس کے سامنے چائے کے برتن نکالنے لگی۔’’اور ویسے بھی یہ ادب آداب تمہارے ملاکہ میں چلتے ہوں گے۔ ہم نئے زمانے کے لوگ ہیں۔ فاسٹ فوڈ جنریشن!‘‘

’’تو چے تالیہ نے سب بتا دیا؟‘‘ ایڈم نے محظوظ انداز میں اپنا مگ اٹھایا اور گھونٹ بھرا۔ چائے بے حد خوش ذائقہ تھی۔

’’ہاں۔ یہ بھی کہ تم وہاں مورخ تھے۔ ہاہاہا۔ تصور کرو۔ مورخ۔‘‘ وہ طنز سے ہنسی۔’’ویسے مجھے افسوس ہے کہ تمہارا سامان سن باؤ کے گھر سے نہیں نکلا۔‘‘

’’سامان؟‘‘

''ہاں۔تالیہ نے کہا تم نے کچھ چیزیں چھپائی تھیں روزمرہ کی مگر واپس آ کے کھدائی پہ وہ نہیں نکلیں۔افسوس ہوا۔''

وہ واقعی طنز کر رہی تھی مگر ایڈم سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔

''وہ صرف ''چیزیں'' نہیں تھیں اور نہ ہی فقط ''میں'' نے چھپائی تھیں۔شاید چے تالیہ شرمندگی سے بچنے کو بات چھپا گئیں۔وہ پورا خزانے سے بھرا صندوق تھا جو ہم دونوں نے مل کے چھپایا تھا''۔

داتن کے ہاتھ سے چمچ زور سے ٹرے میں آ گرا۔اس کا منہ کھل گیا۔

''خزانے کا صندوق؟ پورا صندوق؟'' اس کے دماغ کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

''جی ہاں۔پورا صندوق بھرا تھا ہم نے مگر کوئی ہمارے واپس آنے سے پہلے ہی نکال کے لے گیا۔''

''کون لے گیا؟ کہاں لے گیا؟ تم لوگوں نے کوئی تفتیش بھی نہیں کی؟ یا اللہ پورا صندوق!'' داتن کو ہول اٹھ رہے تھے۔

''سارا صحن کھود لیا۔کچھ نہیں ملا۔اب تو میں نے اس کی فاتحہ بھی پڑھ لی ہے۔'' اور دعائیہ انداز میں دونوں ہاتھ چہرے پہ پھیرے۔

''چلو۔اٹھو۔اسی وقت ہم ملاکہ جا رہے ہیں۔اللہ کی پناہ' تم لوگوں نے اپنا خزانہ اتنی آسانی سے کیسے چوری ہونے دیا۔'' وہ اٹھی اور اسے چٹکی بجا کے اٹھنے کا اشارہ کرنے لگی۔ایڈم گڑبڑا کے کھڑا ہوا۔چائے کا مگ میز پہ رکھ دیا۔

''مگر خزانہ تو غائب ہو چکا ہے۔اسے اب کیسے ڈھونڈا جا سکتا ہے؟''

''کبھی اسکول گئے ہو؟ کبھی سائنس کی کتابیں پڑھی ہیں؟ مادے کا پہلا اصول یاد ہے؟''

وہ منہ بنا کے کہنے لگا کہ اے خاتون' کتابوں تک نہ ہی آئیں تو اچھا ہوگا مگر وہ بولتی جا رہی تھی......

''مادہ نہ تخلیق ہوتا ہے' نہ تباہ ہو سکتا ہے اس کی بس حالت بدل جاتی ہے۔خزانہ بھی غائب نہیں ہوتا۔اس کا بس مالک بدل جاتا ہے۔اور نئے مالک کو ان چیزوں کو بیچنا بھی پڑے گا اور جب وہ بیچے گا تو ہم اس کو ٹریک کر لیں گے۔اب راستے میں تم مجھے ہر چیز کی تفصیلی ڈسکرپشن دو گے۔چلو بھی۔''

وہ گھرک کے بولی تو ایڈم بس اسے دیکھ کے رہ گیا۔

''یہ کتابیں نہ پڑھنے والا طعنہ آپ نے مجھے کس خوشی میں دیا؟'' وہ خفا ہوا۔

''کیونکہ تمہاری جنریشن کے لوگوں کو کتابوں سے الرجی ہے۔سارا وقت اسکرینوں میں گھسے رہتے ہیں۔کبھی کتابیں پڑھو تو جانو کہ دنیا کتنی بڑی اور انسان کتنا گہرا ہے۔'' وہ اپنے پرس میں جلدی جلدی چیزیں ڈالتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ایڈم نے آنکھیں تیکھی کر کے اسے دیکھا۔

''ہو سکتا ہے ایڈم نے آپ سے زیادہ کتابیں پڑھی ہوں۔''

داتن نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''میں برسوں سے کے ایل کی سب سے بڑی لائبریری میں لائبریرین ہوں۔ میں اپنے ساتھ چار کتابیں اٹھا کے چلتی ہوں۔ ایک ٹریفک سگنل پہ رکے ہوئے پڑھتی ہوں۔ ایک ڈاکٹر ز اپائنمنٹ کے انتظار پہ۔ ایک لنچ بریک میں کھانے کے ساتھ اور ایک رات کو سونے سے پہلے۔ تم ایک دن میں کتنی کتابوں کو پڑھ سکتے ہو؟''

ایڈم کا منہ کھل گیا۔ پھر جلدی سے اسے بند کیا اور کندھے اچکائے۔ ''آپ نے صحیح کہا۔ مجھے واقعی کتابوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ کم از کم آپ جتنا تو نہیں معلوم۔'' اور جھرجھری لے کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

یہ طے تھا کہ دنیا میں ایڈم بن محمد سے زیادہ عجیب لوگ بستے تھے۔

☆......☆......☆

شام کی اس تقریب سے پہلے وان فاتح ایک جگہ لنچ پہ مدعو تھا سو یہ طے ہوا کہ وہ سیدھا تقریب میں پہنچے گا جہاں عصرہ اور اشعر پہلے سے موجود ہوں گے۔ اشعر سے وہ اتنے دن بعد آج پہلی دفعہ ملنے جا رہا تھا اور تالیہ جانتی تھی کہ اس ملاقات میں گئے دنوں کی تلخی کا شائبہ تک نہ ہوگا۔

لنچ سے قبل وہ کسی کام سے آفس واپس آئی اور اپنی میز کے دراز کو کھول کے کچھ تلاشنے لگی کہ اپنی کرسی پہ چسپاں ایک پیلا نوٹ دیکھ کے ٹھہر گئی۔ ماتھے پہ بل پڑے۔ دو انگلیوں سے نوٹ اتارا اور چہرے کے سامنے کیا۔

''The Evil Queen''

تالیہ نے اردگرد دیکھا۔ سامنے ہال بنا تھا جہاں اسٹافرز اپنے اپنے کیبن میں مصروف دکھائی دیتے تھے۔ یقیناً انہی میں سے کسی نے اس لڑکی ایمان موسیٰ کو نکالے جانے کے باعث اپنا غصہ تالیہ پہ یوں نکالا ہوگا۔ اس نے ایک تیکھی نظر اوپر لگے سی سی ٹی وی کیمرے پہ ڈالی اور دراز سے مطلوبہ کاغذ نکالتی آگے بڑھ گئی۔

لفٹ میں نیچے جاتے ہوئے اس نے دوبارہ سے اس پرچی کو پڑھا۔

آفس اسٹافرز اسے اتنی جلدی ترقی ملنے پہ پسند نہیں کرتے تھے مگر وہ تالیہ مراد کو نہیں جانتے تھے۔ چند ماہ قبل تک وہ ایک خوش باش سی اسکامر تھی جس کو لوگوں کو لوٹنے میں مزا آتا تھا۔ پھر وہ وقت کے الٹے چکر میں پھنسی تو جانا کہ وہ ایک شہزادی ہے۔ تب اسے شہزادی کا کردار ادا کرنا آسان لگا تھا۔ وہ تب بھی چور تھی اور بھلے وہ ملاکہ سے نکلنا چاہتی تھی مگر اسے راج کرنا اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ ملاکہ کے لوگوں کے لیے کام کر رہی تھی مگر وہ ایک خود پسند اور مغرور شہزادی بن گئی تھی۔ لیکن جب وقت نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا اور اس نے یہ جان لیا کہ اسے کے ایل میں اپنی زندگی نئے اصولوں پہ شروع کرنی ہوگی تو وہ بدل گئی تھی۔ اس نے ایمان کو صرف اپنی طاقت دکھانے کے لیے فائر نہیں کیا تھا مگر آفس کے لوگ یہی سمجھتے تھے۔

''مگر اب میں ویسی نہیں ہوں۔'' تالیہ نے لفٹ کی دھاتی دیوار میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے دہرایا۔ ''میں ایک ظالم ملکہ بننے کی خواہشمند لڑکی نہیں ہوں۔ میں ایک عاجز ورکر ہوں جو فاتح رامزل کے تابع ہے۔ میں یہ سب ان کے ''ساتھ رہنے'' کے لیے کر رہی ہوں اور مجھے اس دنیا میں ''حکومت کرنے کی'' کوئی خواہش نہیں ہے۔ یہ پرچی لکھنے والا غلط ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ میں نے کتنی محنت سے خود کو بدلا ہے۔ میں اب وہ شہزادی نہیں ہوں جو قید خانے میں فاتح پہ تشدد کرتے دیکھ کے سپاہیوں پہ چلائی تھی کہ وہ ان کی ہونے والی ملکہ ہے۔ میں بس تالیہ ہوں۔'' پرچی مروڑ کے پرس میں ڈال دی اور سر اٹھایا تو دھات میں اس کا عکس بدلا بدلا سا تھا۔ عکس میں تاج پہنے' کامدار لباس میں ملبوس مسکراتی ہوئی شہزادی تاشہ اس کو دیکھ رہی تھی۔

''پرچی درست کہتی ہے' تالیہ۔ تم اپنے اندر کی طاقت کی ہوس میں ڈوبی شہزادی تاشہ کو خود سے الگ نہیں کر سکتیں۔''

تالیہ نے جلدی سے سر جھٹکا۔ لفٹ کے دروازے کھل گئے اور وہ تیزی سے باہر نکل آئی۔ اسے اپنے اندر کی آوازوں کو ہر صورت دبانا تھا۔

تقریب ایک فارم ہاؤس پہ منعقد کی گئی تھی۔ وسیع لان کے درمیان میں مستطیل سا نیلا تالاب تھا جس میں غبارے تیر رہے تھے۔ تالاب نے لان کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ دونوں اطراف میں مہمان گلاس تھامے' خوش گپیوں میں مصروف ٹہلتے دکھائی دیتے تھے۔

وہ فاتح کے کندھے کے پیچھے تھی۔ آلو بخارے کے رنگ کے منی کوٹ کو سفید اسکرٹ بلاؤز پہ پہنے' بالوں کو درمیان کی سیدھی مانگ نکال کے جوڑے میں باندھے' وہ چوکنی اور محتاط نظروں سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔

اس کے برعکس اس کا باس ریلیکسڈ نظر آ رہا تھا۔ ٹائی ندارد تھی اور سفید شرٹ کے اوپر سرمئی کوٹ پہنے' بالوں کو ماتھے پہ بکھیرے وہ مسکرا کے ہر آنے والے سے مل رہا تھا۔

وہ دونوں گارڈز کے ہمراہ لان کے سرے تک آئے تو سامنے عصرہ اور اشعر منتظر کھڑے تھے۔ عصرہ نے سرمئی اسٹول سر پہ اوڑھ رکھا تھا مگر اس کے باوجود سامنے سے بھورے بال اور موتیوں کا نیکلیس دکھائی دیتا تھا۔ وہ فاتح کو دیکھتے ہی مسکرا کے اس کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی۔

اشعر بھی ''آبنگ'' کہتا آگے بڑھا اور اس کے آبنگ نے بھی فوراً سے پرجوش انداز میں اس کا ہاتھ تھام کے مصافحہ کیا۔ ان دونوں کے درمیان جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ اب وہ تینوں ایک تکون کی طرح مسکرا کے بات کر رہے تھے اور تین قدم دور کھڑی تالیہ کے لبوں پہ تلخ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

سیاسی مفاد کے لئے سب کتنے مزے سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ انسان تو ابھی تک قدیم ملاکہ جیسا تھا۔ وہاں بھی ملکہ یان سوفو اور تالیہ مشترکہ دشمن (مراد راجہ) کے خلاف اکٹھی ہو گئی تھیں۔ اور..... یکدم احساس ہوا کہ عصرہ چبھتی نظروں سے اس کی مسکراہٹ دیکھ رہی

ہے تو اس نے چہرہ سیدھا کرلیا۔عصرہ واپس فاتح کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''تھینک یو فاتح!'' وہ تشکر سے کہہ رہی تھی۔''یہ کرنے کے لئے۔'' ساتھ ہی کنکھیوں سے لان کے دوسرے سرے کی طرف اشارہ کیا۔تالیہ نے چونک کے ادھر دیکھا۔

تالاب نے لان کو دوحصوں میں یوں بانٹا تھا کہ حکومتی ارکان کا جمگھٹا دوسری طرف لگ چکا تھا۔اور وہاں سب کے درمیان کھڑی صوفیہ رحمٰن نمایاں نظر آرہی تھی۔

''فیملی کے لئے کچھ بھی!'' فاتح نے جواباً مسکرا کے شانے اچکائے۔تالیہ کا ماتھا ٹھنکا۔اشعر،عصرہ اور فاتح کی مسکراہٹ کچھ کہہ رہی تھی۔

''کچھ ہونے جارہا ہے' سر؟''اس نے بے چینی سے پوچھا تو عصرہ نے سرد مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

''اِٹس اے فیملی تھنگ' تالیہ!''

''رائٹ!'' تالیہ کی تنی پیشانی ڈھیلی ہوگئی۔بس سرکوخم دے دیا۔اشعر نے بھی محظوظ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اب وہ وقت آگیا ہے جب ہم صوفیہ رحمٰن سے آریانہ کا حساب لیں۔''اور تالیہ کی طرف سے رخ پھیرلیا۔وہ جانتا تھا کہ تالیہ کی اگر فائل کھلی تو وہ زیادہ عرصہ تک آفس میں نہیں ٹکے گی۔اس لیے اسے تالیہ کو پلان سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔وہ آخری ڈنر میں اپنے شادی شدہ ہونے کا بتا چکی تھی اور اشعر کی رہی سہی دلچسپی بھی ختم ہوچکی تھی۔

فاتح اور اشعر ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

''اب عوام کو کھل کے بتانا بہت ضروری ہے کہ آپ کی قربانی کتنی بڑی تھی۔لوگوں کو احساس ہونا چاہیے اور.....''

''ایش میں یہ ہمدردی لینے کے لئے نہیں کررہا بلکہ تمہاری اور عصرہ کی خواہش پہ کررہا ہوں۔اگر تمہاری حمایت کی یہ قیمت ہے تو مجھے منظور ہے۔'' وہ دونوں دور ہوتے گئے تو ان کی آوازیں بھی دم توڑ گئی۔تالیہ کی بے چین نگاہوں نے ان کا تعاقب کیا تو عصرہ کی آواز نے اس کی توجہ ہٹائی۔

''خود کو مت تھکاؤ' تالیہ۔ہم فاتح کی فیملی ہیں اور ہماری بات وہ کبھی نہیں ٹالتا۔''

طنز سے بولی تو تالیہ زبردستی مسکرائی۔پھر عصرہ بھی وہاں سے ہٹ گئی اور وہ بھری پارٹی میں اکیلی کھڑی رہ گئی۔

ان کی تکون دوراپنے مہمانوں میں مشغول ہوچکی تھی گویا آج فاتح کو تالیہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔

مگر بنداہارا کی بیٹی کو تنہا کھڑے ہونا کب برا لگتا تھا؟ آرام سے ایک مشروب سے بھرا گلاس اٹھایا اور قدم قدم آگے چلنے لگی۔عقابی نگاہیں تالاب کے دوسری طرف کھڑی صوفیہ رحمٰن پہ جمی تھیں۔

وہ بھورے اسکارف کو چہرے کے گرد لپیٹے' باجو کرنگ پہنے' مسکراتے چہرے والی عورت تھی۔ نقش پھینے مگر خوبصورت تھے ۔گردن یوں تنی تھی گویا سریا لگا ہومگر چہرے کی میٹھی مسکراہٹ دل لبھاتی تھی۔شاہانہ انداز میں مسکرا مسکرا کے ساتھ کھڑے افراد سے بات کر رہی تھی۔ یکدم نگاہیں اٹھا کے تالاب کے پار کھڑی تالیہ کو دیکھا۔

دونوں کی نظریں ملیں تو اسے بے اختیار ملکہ یان سوفو یاد آئی۔ کچھ تھا ان دونوں عورتوں میں جو ایک جیسا تھا۔ کچھ evil queen جیسا!

صوفیہ اسے دیکھ کے مسکرائی اور دوبارہ سامنے والے شخص سے گفتگو میں مصروف ہوگئی۔

تالیہ کی نظر ابھی تک اس پہ جمی تھی۔ کچھ تھا جو اسے چبھا تھا۔

(میں نے اس عورت کے ساتھ کبھی کوئی اسکام نہیں کھیلا مگر اس کی یہ اندر تک اترتی نظر......یہ معنی خیز مسکراہٹ کیسی تھی؟ جیسے کہہ رہی ہو۔ میں تمہیں جانتی ہوں!)

فاتح اپنے اقرباء کے درمیان کھڑا تھا جب عصرہ اشعر کو ایک طرف لے گئی' پھر اس کی کہنی تھامے قدرے بے چینی سے پوچھا ۔''ہم ٹھیک کر رہے ہیں نا'ایش؟''

''آف کورس' کا کا۔کیا آپ کو صوفیہ سے آریانہ کا بدلہ نہیں لینا؟''

''ہاں مگر.....ہم کسی بے گناہ پہ الزام تو نہیں لگانے جا رہے نا ایش؟'' وہ قدرے ڈسٹرب ہوگئی تھی۔''واقعی صوفیہ نے ہی ہماری آریانہ کو غائب کروایا تھا نا؟''

''آف کورس۔اس کے علاوہ کون ایسا کر سکتا ہے' کا کا؟'' پھر نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے اور سمجھانے لگا۔''آریانہ ہماری سنو وائٹ تھی اور صوفیہ رحمٰن وہ ظالم ملکہ ہے جس نے ہماری سنو وائٹ کو ہم سے دور کیا ہے۔صوفیہ رحمٰن ہماری کہانی کی ولن ہے اور ہو سکتا ہے وہ اب بھی جانتی ہو کہ ہماری سنو وائٹ کہاں ہے۔اس طرح کرنے سے شاید وہ اسے ہمیں لوٹانے پہ مجبور کر دے۔''

''واقعی'ایش؟'' وہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔''وہ ہمیں واپس مل جائے گی نا؟ ہماری سنو وائٹ؟ ہاں مجھے یاد ہے تم اسے یہ کہتے تھے۔ سنو وائٹ۔''ایک آنسو مسکراتی آنکھوں سے ٹوٹ کے گرا اور گال پہ بہہ گیا۔''وہ فیری ٹیلز میں جیتی تھی'اور خود بھی فیری ٹیل ہی بن گئی۔''

''کا کا میرے تم سے اور آبنگ سے لاکھ اختلاف اور لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں' میں جانتا ہوں' مگر ایک بات میں اللہ تو انکو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ مجھے آریانہ سے بہت محبت تھی۔اور اب اس ظالم ملکہ کے حساب دینے کا وقت آ گیا ہے۔'' وہ اسے ٹھوس لہجے میں یقین دلا رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں اتنا یقین تھا کہ عصرہ کے سارے خدشے دور ہونے لگے۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

تالاب کے پار کھڑی صوفیہ رحمٰن نے گلاس کا آخری گھونٹ بھرا اور پھر خالی گلاس کو دیکھا۔ پھر ایک دم نظریں تالیہ کی طرف

اٹھائیں۔ وہ ابھی تک اسی کو دیکھے جارہی تھی۔ دونوں کے بیچ تالاب حائل تھا۔ صوفیہ نے مسکرا کے خالی گلاس کی طرف اشارہ کیا۔

ملکہ کو مشروب درکار تھا۔ تالیہ مراد نے سر کو مسکرا کے اثبات میں جنبش دی اور آگے بڑھ گئی۔

چند لمحے بعد وہ ایک بھرا ہوا گلاس لئے صوفیہ کے قریب جارہی تھی۔ اس کی چال متوازن اور گردن اعتماد سے اٹھی تھی۔ اسے معلوم تھا صوفیہ اس سے ملنا چاہتی ہے اور ایسا ہی ہوا۔ وہ قریب آئی تو صوفیہ کے گرد سے (ہدایت کے مطابق) لوگ چھٹنے لگ گئے۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تنہا کھڑی تھیں۔

''یانگ امت برحرمت!'' (معزز ترین) تالیہ نے ادب سے گلاس پیش کیا۔ گردن جھکائی مگر نظریں اٹھائے رکھیں۔

یہ اس نے ایک غلام سے سیکھا تھا۔

یانگ امت برحرمت (وزیراعظم کا لقب) نے ہیروں کی انگوٹھیوں سے مزین ہاتھ سے گلاس تھاما اور محظوظ مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

''تو تم میرے کلاس فیلو کی نئی چیف آف اسٹاف ہو۔ ویسے اس کی بیوی تم سے خوش نہیں لگتی' ہے نا؟''

وہ جانتی تھی کہ صوفیہ اس کے اور فاتح کے درمیان کسی ''تعلق'' کی طرف اشارہ کررہی تھی' اور ایسے الزامات پہ عقلمند لوگ دفاع نہیں کرتے۔

''ان کی بیوی تو خود ان سے بھی خوش نہیں لگتی۔ جیسے آپ کی والدہ آپ کے والد سے خوش نہیں لگتی تھیں۔''

صوفیہ کے چہرے پہ برہمی کی جگہ ہنسی در آئی۔ وہ ہلکا سا ہنسی۔

''بہادر ہو۔ بولڈ بھی۔ بی این کو تمہارے جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔'' مسکرا کے گھونٹ بھرا۔

''وہ کیا ہے یانگ امت برحرمت کہ مجھے ملکاؤں اور سلاطین کی آنکھوں میں دیکھ کے بات کرنے کی عادت ہے' مگر ان کا ادب ملحوظِ خاطر رہتا ہے۔ آپ کو کوئی اور چیز لا دوں؟ آپ نے فرائیڈ ونگز چکھے؟ میں نے آپ کے انٹرویو میں پڑھا تھا کہ وہ آپ کے فیورٹ ہیں۔'' ادب اور شائستگی سے پوچھا۔ بھورے اسکارف والی شاہانہ سی عورت کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''تمہارے انداز سے لگتا ہے تم کسی اعلیٰ خاندان سے ہو۔ وان فاتح کو تم جیسے لوگوں کی بہت ضرورت ہے۔''

''بالکل۔ کیونکہ وان فاتح کے دشمن بھی بہت خاندانی ہیں۔''

''آہ تالیہ....'' ملکہ نے گھونٹ بھرتے ہوئے شانے اچکائے۔ ''میں اس کی دشمن نہیں ہوں۔ میں اس کی Competitor ہوں۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ وہ ایسا نہیں سمجھتا۔''

''سیاست میں تو دونوں ایک ہوتے ہیں' یانگ امت برحرمت!''

''غلط۔ دشمن وہ ہوتا ہے جو ذاتی دشمنی پہ اتر جائے۔ میں کبھی ذاتی دشمنی پہ نہیں اتری۔ میں نے اس مقابلے کو

ہمیشہ dignified رکھا ہے مگر بے چارہ میرا کلاس فیلو۔ وہ ہمیشہ مجھ سے بدگمان رہتا ہے۔'' افسوس سے چچ کیا۔

''dignified?'' تالیہ نے دبی دبی برہمی سے ابرو اٹھائے۔ ''گستاخی معاف وزیراعظم صاحبہ' مگر اس dignified مقابلے کا کولیٹرل ڈیمیج ان کی سات سال کی معصوم بچی بن گئی تھی۔ کبھی فرصت سے سوچیے گا۔ وہ اگر آپ کو اس کا قصوروار پبلک میں ٹھہرانے لگیں تو کچھ غلط نہیں کریں گے۔'' جو اسے اشعر اور فاتح کا ارادہ لگ رہا تھا' وہ بے دھیانی میں بول بھی گئی تو صوفیہ رحمٰن چونکی۔ تیزی سے تالاب کے پار دیکھا جہاں فاتح اور اشعر مسکرا کے لوگوں سے بات چیت میں مگن تھے۔

''تو اس لئے وہ اس پارٹی میں آیا ہے؟ تاکہ بھری محفل میں مجھے اپنی بیٹی کا مجرم کہہ سکے۔ میں بھی کہوں اس نے یہ دعوت کیوں قبول کی؟ ناؤ آئی گیٹ اِٹ!''

تالیہ نے کچھ کہنا چاہا تو صوفیہ نے رعب سے ایک ہاتھ اٹھا دیا۔ وہ چپ ہو گئی۔

''چے تالیہ.....'' وہ اب سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ ''اسے جو کہنا ہے' میں اسے کہنے دوں گی۔ اچھا ہے وہ اتنے سالوں کی بھڑاس نکال لے' مگر جب آریانہ کے کھونے کے بعد میں اس کے گھر افسوس کے لئے آئی تھی تو اس نے مجھ سے بڑی خشکی سے باہر نکل جانے کو کہا تھا کیونکہ وہ مجھ سے کوئی سخت بات نہیں کہنا چاہتا تھا۔ میں نے اس وقت بھی اسے کہا تھا کہ فاتح' جو دل میں ہے کہہ دو تاکہ میں وضاحت دے سکوں مگر وہ اتنا گرم دماغ کا ہے کہ توجیہات نہیں سن سکتا تو آج تم اس کو میرا ایک پیغام دے دینا۔''

کچھ تھا اس برف کی ملکہ کے لہجے میں جو تالیہ مراد کی ہڈیوں کا خون منجمد کر رہا تھا۔ وہ بنا پلک جھپکے صوفیہ کو بولتے دیکھ رہی تھی۔

''اسے کہنا کہ صوفیہ بنتِ رحمٰن کے حکومت کرنے کے اصول تم سے مختلف ہیں۔ میرے ethics بھی مختلف ہیں۔ اس کی نظر میں' میں کرپٹ ہوں تو ٹھیک ہوں۔ مگر میں جو کرتی ہوں' ڈنکے کی چوٹ پہ کرتی ہوں۔ میں اس بے وقوف اور ناشکری عوام کو جتنی سہولیات دے رہی ہوں' وہ ان کے لئے بہت ہیں۔ جو کچھ میں اس کے علاوہ کروں' اس کے لئے میں کسی کو جوابدہ نہیں ہوں مگر میں تین بیٹیوں کی ماں ہوں۔ میرا دل اتنا سیاہ نہیں ہے کہ میں کسی کی بچی کو نقصان پہنچاؤں۔ اگر مجھے اسے آریانہ کے ذریعے ہرٹ کرنا ہوتا تو میرے ایک اشارے پہ میری کیمپین ٹیم لوگوں کو بتا دیتی کہ آریانہ اس کی بیٹی ہی نہیں ہے مگر میں نے کبھی اس پہ آریانہ کے حوالے سے کیچڑ نہیں اچھالا کیونکہ میں ایک ماں بھی ہوں اور ایک خاندانی عورت بھی۔ اور اس کو یہ بھی کہہ دینا کہ آج اگر اس نے پبلک میں مجھے قاتل یا اغوا کار کہا تو وہ اس حد کو عبور کرے گا جو ہمارے ''مقابلے'' کو مہذب رکھے ہوئے ہے۔ اس کے بعد میں آریانہ کی ولدیت کو اس کے خلاف جس طرح بھی استعمال کروں' نتائج کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔''

چبا چبا کے بولتی وہ ماتھے پہ بل لئے آگے بڑھ گئی اور تالیہ مراد سن سی وہاں کھڑی رہ گئی۔ گلاس اس کے ہاتھ میں گویا پتھر کا بن گیا۔

اس نے ایک عمر اتنے جھوٹ بولے تھے کہ اسے سچ اور جھوٹ کی تفریق آ گئی تھی اور ایک بات وہ جانتی تھی۔

یہ عورت جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ آریانہ کو صوفیہ نے نہیں مروایا تھا۔ تو پھر کس نے؟

اور اگر فاتح اس پہ الزام لگا دے اور بعد میں وہ غلط ثابت ہو جائے تو؟ یا اللہ!

وہ تیزی سے تالاب کے اوپر بنے پل کی طرف لپکی۔

اسے فاتح بن رامزل کو اپنے پیروں پہ کلہاڑا مارنے سے روکنا تھا۔ اسے فاتح کو غلط فیصلے سے بچانا تھا۔

اسی لئے اس نے یہ جاب عثمان سے چھین کے حاصل کی تھی تا کہ وہ فاتح کو وہ سب یاد کرواتی رہے جو ان دونوں نے قدیم ملاکہ میں سیکھا تھا۔ اور جو وہ بھول چکا ہے۔ اس میں سے ایک شے فاتح کا اپنی بیوی اور اس کے بھائی کے تسلط سے آزاد ہونا تھا.....

تالاب کے پل پہ ایک دم مہمانوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ بہت سے لوگ دوسری طرف جانا چاہ رہے تھے' جہاں فاتح مطمئن سا کھڑا دو رپورٹرز سے بات کر رہا تھا جو اپنے مائیک اس کے چہرے کے سامنے کیے ہوئے تھے۔ ایک غیر رسمی سی پریس بریفنگ کا ماحول بن گیا تھا۔ اس کے دائیں بائیں اشعر اور عصرہ کھڑے تھے۔

''سر آج آپ کو کافی عرصے بعد وزیرِ اعظم صاحبہ کے ساتھ ایک چھت تلے دیکھا ہے۔'' ایک رپورٹر تیزی سے پوچھ رہا تھا۔ فاتح نے مسکرا کے اوپر آسمان کو دیکھا۔ اور پھر واپس رپورٹر کو۔ ''چھت؟ سیریئسلی؟''

ہجوم میں قہقہہ سنائی دیا تھا۔

''چلیں ایک ہی لان کے اوپر دیکھا جا رہا ہے آپ دونوں کو۔ کیا آپ کے درمیان مفاہمت کی کوئی امید ہے؟''

پل پہ لوگ سست روی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ کسی کو دھکا نہیں دے سکتی تھی۔ بس تیزی سے ایکسکیوز می ایکسکیوز می کہتی راستہ بنا رہی تھی۔ کوئی اسے آگے نہیں جانے دے رہا تھا۔

ایسے لگتا تھا سارے راستے بند ہو گئے ہوں۔

ایسے لگتا تھا وہ قدیم ملاکہ میں ہو اور غلام فاتح کی بولی سن باؤ جیت رہا ہو۔ اور وہ بے بسی سے ہاتھوں میں زنجیریں پہنے غلام کو آزاد کرنے کے لئے تڑپ رہی ہو..... رش تھا کہ چھٹتا ہی نہیں تھا.....

''مفاہمت؟'' فاتح نے سنجیدگی سے ابرو اٹھائی۔ ''اس خاتون کے ساتھ مفاہمت جن کی وجہ سے....'' وہ سانس لینے کو رکا۔

تالیہ لوگوں کو ادھر ادھر ہٹاتی تیزی سے آگے آئی۔ وہ سامنے ہی ہجوم میں گھرا کھڑا تھا۔ تالیہ نے بے چینی سے اسے دیکھ کے نفی میں اشارہ کیا۔

(پلیز نہیں!) بنا آواز کے لب ہلائے۔ لمحے بھر کو اسے لگا کہ فاتح اس کو دیکھ رہا ہے مگر نہیں.... کیمروں کی فلیش لائٹس کی چکا چوند نے اسے تالیہ کا منت بھرا چہرہ نہیں دیکھنے دیا تھا۔

''اس خاتون کے ساتھ مفاہمت جن کی وجہ سے میری بیٹی مجھ سے چھن گئی؟ جنہوں نے مجھے اپنے اتحاد میں شامل نہ ہونے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکی سرِ عام دی تھی؟ مفاہمت میں کچھ لو اور دو ہوتا ہے' جناب۔صوفیہ رحمٰن مجھے کیا دے سکتی ہیں؟ کیا وہ مجھے میری بیٹی واپس کر سکتی ہیں؟ کیا وہ آریانہ کو لوٹا سکتی ہیں؟'' وہ سنجیدگی سے مجمعے کو دیکھ کے پوچھ رہا تھا۔

ایک دم سارے میں سناٹا ہو گیا۔دبی سرگوشیاں پہلی دفعہ پکار بنی تھیں۔اتنے سال بعد پہلی دفعہ وان فاتح نے صوفیہ رحمٰن کو اپنی بیٹی کا مجرم کہا تھا۔

لوگ دم سادھے کھڑے تھے۔تالیہ بھی اپنی جگہ پہ نڈھال سی رک گئی۔پھر مڑ کے تالاب کے پار دیکھا۔وہاں صوفیہ رحمٰن عجلت میں محفل چھوڑ کے جا رہی تھی۔اس کے مصاحب اس کے ساتھ تھے۔امن وامان کی صورتحال کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ اب وہ خاموشی سے وہاں سے چلی جائے۔

''اور چونکہ وہ آریانہ کو نہیں لوٹا سکتیں تو آپ لوگوں کو مفاہمت کی باتیں نہیں پوچھنی چاہئیں۔'' وہ مائیک میں سنجیدگی اور دکھ سے کہتا محض ایک باپ لگ رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں بہت ضبط کے باوجود تکلیف دکھائی دیتی تھی۔

کتنے ہی لوگوں نے دل پہ ہاتھ رکھ لئے تھے۔

اتنے سال جو شخص اپنی بیٹی کے مجرموں کو نامزد کرنے کی بجائے خاموش رہا' آج اس نے خاموشی توڑ دی تھی۔بہت سی گردنیں مڑیں اور وہاں سے نکلتی صوفیہ رحمٰن کو گلہ آمیز اور غصیلی نظروں سے دیکھا گیا۔ملامت' چبھن اور حقارت بھری نظروں نے وزیراعظم کا دور تک پیچھا کیا تھا۔

صوفیہ نے باہر جاتے ہوئے اپنے چیف آف اسٹاف سے سرگوشی کی۔''فاتح کا ملازم درست کہہ رہا تھا۔یہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔اس کی کھوج لگاؤ۔وان فاتح کو گرانے کے لیے یہی لڑکی کافی ہوگی۔''

☆......☆......☆

واپسی پہ اشعر ڈرائیو کر رہا تھا اور وہ خاموش سی آگے بیٹھی تھی۔فاتح اور عصرہ پچھلی سیٹ پہ براجمان تھے اور دونوں مطمئن سے اس پریس بریفنگ کو ڈسکس کر رہے تھے۔

''بالآخر ہم نے اپنی خاموشی کو توڑ دیا اور صوفیہ رحمٰن کو بے نقاب کر دیا۔تھینک یو فاتح۔'' عصرہ ممنون تھی۔جیسے ماں کے دل کو ٹھنڈک پہنچی ہو۔

''ہاں۔کبھی نہ کبھی تو اس سے حساب لینا تھا۔آج سہی!'' وہ بھی بالکل مطمئن تھا۔کہہ کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔کار میں خاموشی چھا گئی۔تالیہ نے ایک نظر بیک ویو مرر میں دکھائی دیتے میاں بیوی کو دیکھا۔

کتنا بورنگ کپل تھا۔ یہ ان کی فیملی کے لئے ایک بڑا موقع تھا جب وہ اپنی دانست میں اپنی بیٹی کا بدلہ لینے جا رہے تھے مگر اس کے بعد بھی یہ دونوں ایک دوسرے سے کتنے بے نیاز تھے۔

''آج آپ سے وزیرِ اعظم صاحبہ کیا کہہ رہی تھیں' چے تالیہ؟'' اشعر نے ڈرائیو کرتے ہوئے محظوظ انداز میں پوچھا۔ تالیہ نے ایک سپاٹ نظر اس پہ ڈالی۔

''وہ مجھ سے کیوں کچھ کہیں گی؟ میں ایک عام سی ورکر ہوں' اشعر صاحب۔ نہ میں آپ کی فیملی ہوں نہ ہی کوئی سیاستدان۔ میرے جیسی ایک ادنیٰ کارکن سے وزیرِاعظم صاحبہ کیا بات کریں گی بھلا؟''

وہ ایک دم پھٹ پڑی۔

''کوئی مسئلہ ہے' تاشہ؟'' فاتح نے سنجیدگی سے ابرو بھینچے تو وہ پلٹی اور قدرے برہمی سے اسے دیکھا۔ نہ باس' نہ کوئی سیلبریٹی.....وہ شہزادی تھی اور وہ غلام تھا اور شہزادی کا جیسے من چاہے' وہ غلام سے بات کرے گی۔

''مسئلہ یہ ہے سر کہ آپ نے صوفیہ رحمٰن کو آریانہ کا مجرم قرار دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ کیونکہ آپ کی بیٹی کے ساتھ وہ سب.....صوفیہ رحمٰن نے نہیں کیا تھا۔''

اشعر نے تیزی سے کار کو بریک لگائے۔ ٹائر چرچرائے۔ کار ایک جھٹکے سے بند ہوئی۔

''واٹ؟'' اشعر محمود غصے سے گرجا۔ عصرہ کا منہ کھل گیا اور فاتح.....وہ اچنبھے سے اسے یوں دیکھنے لگا جیسے تالیہ کا دماغ چل گیا ہو۔

''جی۔ صوفیہ رحمٰن آریانہ کی قاتل نہیں ہے۔'' وہ دانت کچکچا کے بولی۔ سارے آداب آج بھول گئے تھے۔

''قاتل؟'' کار میں خاموشی چھائی تو عصرہ کی بے یقین آواز سنائی دی۔ اشعر بھی چونکا اور فاتح سن رہ گیا۔

''قاتل؟ تم نے قاتل کیوں کہا؟'' عصرہ بے قراری سے آگے ہوئی۔ اس کی بے یقین آنکھیں گلابی پڑنے لگی تھیں۔ تالیہ نے ایک ناپسندیدہ نگاہ اس پہ ڈالی۔

''یہ سوال آپ اپنے شوہر سے کیوں نہیں پوچھتیں جو ہر کام آپ کے مشورے سے کرتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی وہ خون آلود پاپ کارن نہیں دیکھے جو ان کے والٹ میں ہوتے تھے؟ جو ان کو آریانہ کی لاش کے پاس سے پہاڑوں میں ملے تھے؟ اگر آپ واقعی ایک فیملی ہیں تو پبلک میں اپنی بیٹی کا معاملہ اچھالنے کی بجائے پہلے آپ کو اپنے گھر والوں کو بتانا چاہیے تھا فاتح صاحب' کہ آپ کو آریانہ مل گئی تھی اور آپ جانتے ہیں کہ اس کی قبر کہاں ہے۔ جیسے آپ نے مجھے جنگل میں اس رات بتایا تھا۔'' وہ غراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس کے سارے جسم میں آگ سی بھر گئی تھی۔

''اور میں...میں اب آپ کے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتی۔ میں ریزائن کر رہی ہوں۔ میں ایک شہزادی ہوں' کسی کی باڈی ومن

نہیں۔ چلے کیوں نہیں جاتے تم سب میری زندگی سے؟ تم مجھ سے زیادہ بڑے جھوٹے اور چور ہو۔"

غصے سے چلاتے ہوئے ہوئے اسے اپنے ہاتھوں میں پہنی ہیروں سے مزین انگوٹھیاں نظر آنے لگیں۔ سر پہ ہاتھ رکھا تو وہاں تاج سجا تھا۔ اور نیچے وہ سرخ ریشمی کا مدار لباس پہنے تھی..... چند لمحے کے لئے وہ شہزادی تاشہ بن گئی تھی۔

یا شاید..... بننا چاہتی تھی.....

"وزیرِ اعظم صاحبہ آپ سے کیا کہہ رہی تھیں چے تالیہ؟"

اشعر کی آواز نے کوئی صور سا پھونکا۔ وہ بری طرح چونکی۔

ساری آوازیں، شہزادیوں کی سجاوٹ دم توڑ گئی۔ اس نے چونک کے خود کو دیکھا۔ (اوہ شکر۔ میں نے یہ ساری بکواس حقیقت میں نہیں کی۔)

کار میں سکون تھا۔ وہ دونوں میاں بیوی اپنے اپنے فونز پہ لگے تھے۔ اور اشعر اس سے صوفیہ سے بات چیت کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ تالیہ نے گہری سانس لی اور سر جھٹکا۔

"کچھ خاص نہیں۔ بس باریسن نیشنل کے مردوں پہ تبصرہ کر رہی تھیں۔ سچ اے بورنگ پریٹی وومن!"

اسٹاپ آ گیا تو وہ لاک کھولنے لگی۔ پھر چہرہ موڑ کے ان دونوں کو دیکھا جن کو خیال ہی خیال میں بہت کچھ سنا دیا تھا۔ جبراً مسکرائی اور ادب سے سلام کہہ کے باہر نکل گئی۔ (میں شہزادی تاشہ نہیں ہوں جو ان کو کھری کھری سنا دوں۔ میں تالیہ ہوں اور تالیہ ایک تابعدار لڑکی ہے۔)

کار زن سے آگے بڑھ گئی اور تالیہ بیگ کندھے سے لٹکائے بس اسٹاپ کے بنچ کی جانب بڑھ گئی۔

باریک ہیل کی ٹک ٹک اسے کندھے کے پیچھے سے سنائی دی تو اس نے اکتا کے کہا۔ "میرے پیچھے مت آؤ۔ مجھ سے دور رہو۔"

بس اسٹاپ پہ رات پھیلی تھی۔ اسٹریٹ پولز روشن تھے۔ سڑک کنارے چھپر تلے بنچ بنے تھے۔ وہ بنچ کی طرف بڑھ گئی مگر وہ تعاقب کار کے جوتے قریب آتے محسوس کر سکتی تھی۔ یکدم تیورا کے گھومی اور غصے سے اسے دیکھا۔

"کہا نا، مجھ سے دور رہو۔ میں تمہارے جیسا بننا افورڈ نہیں کر سکتی۔"

سامنے کھڑی لڑکی ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی۔

اندھیر فٹ پاتھ پہ وہ دونوں آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ ایک اسکرٹ بلاؤز اور سادہ جوڑے والی جھنجلائی ہوئی سی تالیہ تھی، اور سامنے.... پیروں تک آتا سرخ کامدار لباس پہنے گھنگریالے سنہرے بال کندھوں پہ ڈالے، سر پہ تاج سجائے، شہزادی تاشہ تھی۔

"تم مجھے خود سے الگ نہیں کر سکتی، تالیہ۔" شہزادی کے انداز میں استہزاء تھا۔

"یونو، مجھے پتہ ہے تم یہاں نہیں ہو۔" وہ رکھائی سے کہہ کے بنچ پہ بیٹھی اور جھک کے جوتے اتارنے لگی۔ ہیلز سے پیر درد کرنے لگے تھے۔

''ظاہر ہے میں یہاں نہیں ہوں۔'' شہزادی نے کندھے اچکائے۔''میں تمہارے اندر کی شہزادی ہوں جسے تم ان لوگوں کے سامنے دباتے دباتے تھک گئی ہو۔تمہارا لاشعور جو تم سے بات کرنا چاہتا ہے اور جسے تم مزید نظرانداز نہیں کرسکتیں۔''

وہ جوتے اتار کے سیدھی ہوئی اور تکان سے شہزادی کو سر سے پیر تک دیکھا۔

''سیریئسلی؟ میرا دماغ کتنا imaginative ہو چلا ہے۔'' پھر حسرت بھری سانس خارج کی۔''تم شہزادی ہو اور میں اب تم نہیں ہوں۔''

''میں صرف شہزادی نہیں تھی۔میں ملاکہ کی ملکہ بننے والی تھی جب تم مجھے واپس اس نئے زمانے میں لے آئی۔'' وہ گھمنڈ سے بولی تو تالیہ نے سر افسوس سے جھٹکا۔

''کسی نے آج میری آفس سیٹ پہ ایک چٹ لگا دی جس پہ لکھا تھا، دی ایول کوئین۔ملکہ بد۔'' اور سر شکستگی سے جھکا دیا۔

''ملکہ تو تم تب بنتیں جب تم ملاکہ میں رہتیں۔مگر تم.....تم نے اس خودغرض انسان کی باڈی وومن بننا پسند کیا۔''

''چیف آف اسٹاف....مائینڈ یو!'' تالیہ نے ناراضی سے سر اٹھا کے شہزادی کو دیکھا تھا۔اس کے اندر کی شہزادی اس کے سامنے برہم برہم سی کھڑی تھی اور وہ اتنی پر تمکنت تھی کہ اس سے پھوٹتی روشنیاں نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔بس اسٹاپ کے بنچ پہ رات کے نیم اندھیرے میں بیٹھی تالیہ کے لیے اس شہزادی سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

''تمہیں کیا بات تکلیف دے رہی ہے' تالیہ؟'' شہزادی افسوس سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔'' باڈی وومن نے بے چارگی سے کندھے اچکائے۔''میں ان کے لیے سونے سے بھرے صندوق ہر دور میں لائی مگر ان کو ہمیشہ دوسرے لوگ خرید کے لے جاتے ہیں۔''

''تم اس کی بیوی ہو۔تم ان لوگوں کو اس کی زندگی سے نکال کے کیوں نہیں پھینک دیتی؟'' شہزادی رعب سے گرجی۔

''اوہ پلیز!'' اس نے اکتا کے سر جھٹکا۔''میں کوئی ولن' کوئی Home wrecker نہیں ہوں۔نہ بن سکتی ہوں۔میں نے ایک عمر یتیم خانوں اور فوسٹر فیملیز کے درمیان کاٹی ہے۔میں کبھی کسی کے گھر کو نہیں توڑ سکتی۔''

''تالیہ اس مسئلے کا کوئی اور حل نہیں ہے۔تمہیں عصرہ کو اس کی زندگی سے نوچ کے نکالنا ہوگا۔صرف تب تم اس کے لیے اہم بنو گی۔''

''اونہوں۔'' سادہ باڈی وومن نے گردن دائیں بائیں ہلائی۔''میں استعفیٰ دے دوں گی۔ان کی زندگی سے چلی جاؤں گی۔''

''اُف تالیہ۔'' شہزادی نے دانت پیستے ہوئے پیر پٹخا۔''اتنی مشکل سے تم ادھر تک پہنچی ہو۔کیسے سب گنوا دو گی؟''

''میں تھک گئی ہوں اس کے قریب رہتے رہتے۔''

''تم عصرہ سے جیلس ہو رہی ہو۔''

''ہاں میں جیلس ہو رہی ہوں۔ سب ہی ہوتے ہیں۔'' بنچ سے ٹیک لگائے' بازو سینے پہ لپیٹے وہ خالی اندھیر سڑک کو دیکھ کے تلخی سے کہنے لگی۔ ''کوئی کسی کی دولت سے' کوئی کسی کے بچوں سے' کوئی کسی کے لائف پارٹنر سے۔ مگر میں کوئی غلط کام نہیں کروں گی۔ میں نے بہت مشکل سے..... بہت بہت مشکل سے سچ بولنا سیکھا ہے۔ میں اب کوئی بد دیانتی نہیں کر سکتی۔''

پھر بے بسی سے بند مٹھی سینے پہ رکھی۔ ''میرا دل زخمی ہوتا جا رہا ہے۔ ہر گزرتے دن تکلیف بڑھتی جا رہی ہے۔ میں اس کے ساتھ کیا وعدہ مزید نہیں نبھا سکتی۔ میں اس کے ساتھ اب نہیں رہوں گی کیونکہ اس کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھنا مجھ سے مزید برداشت نہیں ہو رہا۔ میں کل استعفیٰ دے دوں گی۔''

''مگر......''

تالیہ نے زور سے ہاتھ جھلایا جیسے ہوا کے ناگوار جھونکے کو دور ہٹایا ہو۔ شہزادی غائب ہو گئی۔ اس کی آوازیں آنا بھی بند ہو گئیں۔ بس آ گئی تو اس نے ہاتھوں میں سینڈل اٹھا لیے اور ننگے پیر بس کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے شعور اور لاشعور میں چلتی لڑائی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ ایک طرف جیت چکی تھی اور دوسری طرف نے فی الوقت پسپائی اختیار کر لی تھی۔

فی الوقت!

☆......☆......☆

جدید ملاکہ کے اس بازار میں صبح ہو چکی تھی اور اشیائے طعام کی دکانیں کھل چکی تھیں۔ سن باؤ کی سرخ حویلی کے سامنے ایک ریستوران کے باہر بچھی میز کے گرد داتن اور ایڈم بیٹھے تھے۔

فجر کے وقت کی بارش کے باعث سڑک ابھی تک گیلی تھی۔ دھوپ ٹھیک سے نکلی ہی نہیں تھی اور صبح ٹھنڈی سی چھایا جیسی تھی۔ ان دونوں کے سامنے بھاپ اڑاتے چائے کے مگ رکھے تھے۔ داتن عینک لگائے' نوٹ پیڈ پہ قلم چلا رہی تھی اور ایڈم ٹیک لگا کے سست سا بیٹھا اس کو دیکھ رہا تھا۔

''دو دن میں آپ نے سن باؤ کی ساری حویلی چھان ماری مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔''

''بھئی کسی نے خزانہ بہت پہلے نکال لیا ہے اور بڑی مہارت سے نکالا ہے۔ اب اس ''کسی'' کا سراغ لگانا ہو گا۔'' داتن ابھی تک پرعزم تھی۔ ایڈم نے جمائی لی۔

''ہمیں واپس آئے ایک مہینہ ہوا ہے تو خزانہ اس سے پہلے کس نے نکالا ہو گا؟''

''اُف ایڈم۔ تم نے کبھی زندگی میں کچھ پڑھا لکھا نہیں ہے؟ سوائے تمہاری اس بنگالا یا ملایو کے جو مجھے یقین ہے تم نے پیسے دے کر کسی سے لکھوائی ہو گی۔'' عینک کے اوپر سے اسے گھورتے ہوئے بولی تو ایڈم نے مٹھیاں سختی سے بھینچ لیں اور جبراً مسکرایا۔

''جی بالکل.... مجھے کیا معلوم کتابوں کا؟ میں تو غالباً آپ کو اَن پڑھ لگتا ہوں نا۔''

''خیر اب اَن پڑھ بھی نہیں لگتے۔'' فیاضی سے کندھے اچکائے۔

''پھر کیا لگتا ہوں؟''

''زیادہ سے زیادہ آٹھویں فیل!'' اور واپس نوٹ پیڈ پہ جھک گئی۔

ایڈم نے بہت سارا غصہ اندر اتارا اور تحمل سے پوچھا۔ ''فہرست مکمل ہوگئی ''ہمارے'' خزانے کی؟''

''اے لڑکے.....اگر اس خزانے کو میں نے ڈھونڈ لیا تو اس میں میرا حصہ بھی ہوگا۔''

''آپ نے ڈھونڈ لیا تو پھر ہمیں تو ویسے ہی کچھ نہیں ملنا۔'' وہ مگ اٹھاتے ہوئے بڑبڑایا۔ (سو شیاطین مرے ہوں گے تو ان خاتون نے جنم لیا ہوگا۔)

''مجھے پتہ ہے تم اس وقت دل ہی دل میں مجھے شیاطین سے تشبیہہ دے رہے ہو گے۔'' وہ کاغذ پہ جھکے بڑبڑائی تو ایڈم نے معصوم شکل بنا کے پوچھا۔

''آپ کے خیال میں صرف شیاطین سے؟'' اور پلکیں جھپکائیں۔ داتن نے سیاہ آنکھیں اٹھا کے اسے گھورا پھر جواب کسی اور وقت کے لئے سنبھال کے نوٹ پیڈ سامنے کیا۔

''یہ دیکھو۔ فہرست مکمل ہے یا کچھ اور رہ گیا ہے؟''

ایڈم نے مگ رکھا اور نوٹ پیڈ اٹھا کے تمام چیزیں گننے لگا۔ اس کا حافظہ بہترین تھا۔ اسے ایک ایک شے یاد تھی۔

''شریفہ کے خطوط رہ گئے۔ میں نے شروع میں اس کا نام لیا تھا شاید آپ نے سنا نہیں۔ کیونکہ آپ اس وقت اپنی تعریفوں میں مصروف تھیں۔'' ساتھ ہی وہ کاغذ پہ آخری شے کا نام لکھنے لگا۔

''شریفہ کون؟''

''شریفہ بنتِ جابر۔ ہماری کنیز تھی محل میں۔'' پھر رکا۔ ''ٹیکنیکلی چے تالیہ اور ان کے ولن باپ کی کنیز تھی' میں تو خیر اسپلی میں وہاں گیا تھا اور.....''

داتن نے زور سے نوٹ پیڈ کھینچا اور بے یقینی سے تحریر پڑھی۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ قلم ایڈم کے ہاتھ میں رہ گیا۔ وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا۔

''ڈونٹ ٹیل می.....شریفہ بنتِ جابر کے خطوط؟'' داتن کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔ ''وہ پانچ خطوط جو اس نے فوج کے باغی جرنیل کو لکھے تھے؟ اُف' ایڈم' اُف!'' اس نے ماتھے کو چھوا۔

''ہاں مگر آپ کو کیسے معلوم؟'' اس کا منہ کھل گیا۔

داتن نے زور سے صفحہ پیڈ سے الگ کیا اور اس کے چار ٹکڑے کیے پھر بے بسی بھرے غصے سے اسے دیکھا۔

''مجھے معلوم ہے تمہارا خزانہ کہاں گیا ہے۔ اور مجھے کیا' سارے ملائیشیاء کو معلوم ہے۔''

''ایں؟ کہاں؟''

''اف ایڈم۔ تم کتابیں نہیں پڑھتے کیا؟'' داتن نے افسوس سے اسے دیکھا تھا۔

☆......☆......☆

صبح کی کرنیں کے ایل پہ پھیلیں تو تالیہ کے کمرے کی کھڑکی سے روشنی اندر جھانکنے لگی مگر وہ سست سی لحاف اوڑھے لیٹی رہی۔ اس کا بیگ سائیڈ ٹیبل پہ دھرا تھا جس میں اوپر اوپر اس کا تازہ ٹائپ شدہ استعفیٰ رکھا تھا۔ اور چونکہ آج اس نے استعفیٰ جمع کروانے جانا تھا' سو صبح صبح جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آرام سے جائے گی' اور جاب چھوڑ آئے گی۔ فاتح سے ملاقات نہ ہی ہو تو اچھا ہے۔ (ناراضی سے سوچا۔) اتنی محنت اور مغز ماری کیوں کرے اس شخص کے لیے جو اسے کچھ سمجھتا ہی نہیں؟ اس آفس کے لیے جہاں لوگ اسے Evil Queen سے تشبیہہ دیتے ہیں؟ ہونہہ!

فون کی گھنٹی زور سے بجی تو اس نے موبائل اٹھایا۔ امید تھی کہ ایڈم یا داتن ہوں گے۔ جو نہ جانے کس شے کی تلاش میں ملاکہ گئے ہوئے تھے۔ وہ اتنی مصروف تھی کہ ان سے تفصیلی بات ہی نہیں ہو سکی تھی۔ مگر وہ داتن یا ایڈم کی کال نہیں تھی۔

اشعر کالنگ۔ (یہ آج مجھ سے کچھ سنے گا۔) اس نے داتن پیسے اور فون کان سے لگایا۔

''جی اشعر صاحب؟''

وہ جواب میں برہمی سے شروع ہو گیا۔ ''کیا آپ نے ایمان بنتِ موسیٰ نام کی لڑکی کو فائر کیا تھا؟''

''جی مگر تمام قانونی تقاضے پورے کر کے فائر کیا تھا۔ ڈونٹ وری کوئی ہمیں sue نہیں کرے گا۔''

''اور آپ نے اسے کیوں نکالا؟''

''کیونکہ میرے پاس ٹھوس وجوہات تھیں' اشعر صاحب۔'' وہ سخت بے زار ہوئی۔

''اور سب سے بڑی وجہ کیا تھی؟''

ایک دم اس کے اندر کل شام سے بھری فرسٹریشن ابل ابل کے باہر چھلکنے لگی۔

''کیونکہ قدیم ملاکہ میں جب شہزادیاں تخت سنبھالتی تھیں تو کسی درباری کی گردن ضرور قلم کرواتی تھیں تاکہ سارے شہر کو معلوم ہو جائے کہ..... نیا باس کون ہے۔'' چبا چبا کے بولی۔

''تو پھر آپ کے لئے بری خبر یہ ہے چے تالیہ کہ یہ قدیم ملاکہ نہیں ہے۔ جانتی ہیں ان دونوں زمانوں میں کیا فرق ہے؟''

''آپ بتا دیں۔'' وہ بےزاری سے اٹھ بیٹھی تھی۔

''قدیم ملاکہ میں.....'' وہ چبا چبا کے بولا۔ ''ٹوئیٹر نہیں تھا۔''

تالیہ کی ساری تلخی اور کوفت اڑن چھو ہوگئی۔ ایک جھٹکے سے وہ سیدھی ہوئی۔

''ایمان موسیٰ نے کیا کیا ہے؟ کوئی ٹوئیٹ؟''

''بات اب ٹوئیٹ سے آگے نکل چکی ہے۔ آفس آئیں۔ ہم اس وقت آپ کی وجہ سے کرائسز میں ہیں کیونکہ یہ قدیم ملاکہ نہیں ہے جہاں گردن اڑنے پہ درباری چپ چاپ مر جاتے تھے۔ یہاں لوگ ٹوئیٹ کر دیتے ہیں۔''

کال منقطع ہوئی تو تالیہ نے بےچینی سے موبائل نیچے کیا اور ٹوئیٹر کھولا۔

ایمان موسیٰ کی ٹوئیٹ سامنے تھی۔

اور وہ ٹوئیٹ.....وہ لرزہ خیز تھی۔

یا اللہ.....وہ لحاف پھینکتی تیزی سے بستر سے اتری۔

☆......☆......☆

ایڈم بن محمد سن باؤ کی حویلی کے صحن میں بےچینی سے ٹہل رہا تھا جب بیرونی دروازے پہ آہٹ ہوئی۔ وہ تیزی سے اس طرف لپکنے لگا، پھر رکا، اپنے جذبات پہ قابو پایا اور چہرے پہ مصنوعی غصہ طاری کر کے، وہیں کھڑا انتظار کرنے لگا۔ گھورتی نظریں راہداری پہ جمی تھیں جہاں سے داتن چلتی آ رہی تھی۔

''مجھے خزانے کے سسپنس میں ڈال کے آپ دو گھنٹے کے لئے کہاں غائب ہوگئی تھیں؟'' ناراضی سے بولا تو وہ جو ایک بھاری بھرکم کتاب اٹھائے چلی آ رہی تھی، کندھے اچکا کے برآمدے میں آ رکی۔

''ایک گھنٹے سینتیس منٹ کے لئے۔ تم تو حساب کتاب میں بھی برے ہو۔'' ناک سکوڑ کے ہونہہ کیا اور آتش دان کے ساتھ میز پہ وہ کتاب رکھی۔ ''میں تمہارے خزانے کو ڈھونڈنے گئی تھی۔''

''کیسے؟'' اس نے اچنبھے سے اس کتاب کو دیکھتے ہوئے ہاتھ پہلوؤں میں گرا دیے۔

''ہاں کیونکہ جب تمہارا یہ انٹرنیٹ ایجاد نہیں ہوا تھا، تب ساری تحقیق ان کے ذریعے ہی کی جاتی تھی۔'' اس نے گہرے سانس لیتے ہوئے کرسی کھینچی اور بیٹھی۔ وہ تیزی سے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھا اور کہنیاں میز پہ جما لیں۔

سن باؤ کی حویلی کی سرخ دیواریں سنسان کنواں اور ویران صحن برآمدے کے کونے میں میز کے گرد بیٹھے دو نفوس کو خاموشی سے

دیکھنے لگے۔

''تم نے وہ خزانہ پچھلے ماہ نہیں چھپایا تھا۔'' داتن بند کتاب پہ ہاتھ رکھے سمجھانے والے انداز میں کہنے لگی۔ ''تم نے وہ پندرہویں صدی میں واپس جا کے چھپایا تھا۔''

''بہت شکریہ یہ کہ آپ نے بتا دیا ورنہ مجھے تو علم ہی نہیں تھا۔''

''اور تمہارے اس کو چھپانے کے بعد.....'' وہ اس کی بات ان سنی کیے کہہ رہی تھی۔ ''اس حویلی پہ وقت گزرتا رہا۔ سن رہے ہو؟ تم تو ایک پلک جھپکنے میں جادو کے ذریعے تالیہ اور فاتح کے ساتھ واپس آ گئے مگر یہاں وقت لمحہ لمحہ کر کے چھ سو سال میں گزرا۔''

''پانچ سو ستاون سال۔''

''اور ان چھ سو سالوں میں ملاکہ پہ مختلف حکمران قابض ہوئے۔ آخری صدیوں میں انگریز ایسے آ کے قابض ہوئے جیسے تم تالیہ کے گھر ایسٹ انڈیا کمپنی بنے گھسے رہتے ہو۔ پھر 1957 میں ہم نے انگریز سے آزادی حاصل کی۔ اور اس دوران کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ سن باؤ وانگ لی کا گھر تھا۔''

وہ چونکا۔ ''ہاں۔ یہ کیسے معلوم ہوا تھا کہ یہ سن باؤ کا گھر ہے؟''

''یہ تب معلوم ہوا' جب 1940 میں دو انگریز فوجی افسران کو اس گھر کے صحن میں کھدائی کر کے ایک خزانہ ملا جس میں سن باؤ کی چیزوں کے علاوہ ملاکہ سلطنت کی اہم یادگاریں بھی تھیں۔'' اس نے کتاب کا ایک صفحہ درمیان سے کھولا اور اسے تحریر دکھائی۔ ''ان انگریزوں نے کچھ چیزیں امانت داری سے اپنی سرکار کے حوالے کر دیں جس نے انہیں مختلف میوزیمز میں بھیج دیا۔ کچھ چیزیں ان دونوں نے چھپا لیں جن کو بعد میں رازداری سے بیچا گیا ہوگا۔ یوں وہ تمام چیزیں آج بھی ایشیاء اور یورپ کے مختلف عجائب گھروں اور پرائیوٹ کلیکٹرز کی ملکیت میں ہیں۔''

''اور شریفہ بنتِ جابر کے خطوط؟''

''وہ نویں کلاس کی ملے گرائمر میں خط نویسی کے کورس میں پڑھائے جاتے ہیں' ایڈم۔ مگر تم چونکہ آٹھویں فیل ہو تو تمہیں کیسے معلوم ہوگا۔'' داتن نے کتاب بند کی اور سادگی سے پلکیں جھپکا کے پوچھا تو ایڈم نے زور سے میز پہ ہاتھ مارا۔

''ڈیم اِٹ۔ مجھے پہلے ہی شک تھا میں نے اس کنیز کا نام کہیں سنا ہے۔ اتنے پرانے خطوط مجھے کہاں یاد ہونے تھے مگر نام ذہن میں اٹک گیا تھا۔'' پھر اس نے بے بسی بھرے غصے سے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''یعنی وہ خزانہ جو ہم نے پچھلے ماہ دبایا تھا' وہ 80 سال پہلے ہی دو انگریز نکال چکے تھے؟''

''بالکل۔ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس کے موجودہ دور کے جانشین (سر سے پیر تک ایڈم کو دیکھا) ہوتے ہی بدنیت ہیں۔''

''خیر۔ وہ خزانہ پچاس سال گزرنے پہ ویسے ہی ہماری ملکیت نہیں رہا تھا اس لئے.....'' ایڈم نے گہری سانس لے کر لہجے کو سرسری بنایا۔ ''ہم اس کو ڈھونڈ بھی لیتے تو حکومت کے حوالے ہی کرنا تھا۔''

''ہاں ہاں' انگور نہ ملیں تو کھٹے ہی ہوتے ہیں۔''

ایڈم کے تو سر پہ لگی' تلوؤں پہ بجھی۔

''آپ ایک تو ہر ایک کو بدنیت نہ سمجھا کریں۔ میں کوئی چور نہیں ہوں جو چے تالیہ کی کسی چیز پہ نظر رکھے ہوئے ہوں۔ میں صرف ان کے ساتھ.....(بولتے بولتے اٹکا)....رہنا چاہتا ہوں۔'' آہستہ سے فقرہ مکمل کیا۔ نظریں چرا لیں۔

داتن کی تمسخرانہ جتاتی نظریں بدلیں۔ آنکھیں پوری کھلیں۔ وہ ایک دم سیدھی ہو کے بیٹھی۔ ''اوہ!''

''کیا اوہ؟'' وہ چڑ گیا۔ اندر ہی اندر دل زور سے دھڑکا۔

''تمہیں تالیہ سے محبت ہوگئی ہے۔ ہے نا؟'' وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ایڈم کے سارے جسم کا خون چہرے پہ سمٹ آیا۔ نگاہیں چرا کے جلدی سے بولا۔

''ایک تو میرے بارے میں فضول کے اندازے لگانے چھوڑ دیں۔ نہ میں کتابوں سے نابلد ہوں' نہ ہی آٹھویں فیل ہوں اور نہ ہی....''

''نہ ہی محبت سے نا آشنا ہو۔ میں سمجھ گئی۔ اوہ لڑکے..... یہ تم نے اپنے دل کو کہاں لگا لیا۔'' وہ ماتھے کو چھو کے بولی تو وہ بے بسی سے دانت کچکچاتا اٹھ گیا۔

''میں بس سے کے ایل واپس جا رہا ہوں۔ آپ جب آئیں آپ کی مرضی۔'' اور سر جھلا کے اس کونے کی طرف بڑھا جہاں اس کا سامان رکھا تھا۔

''ہم کہیں نہیں جا رہے۔''

''میں اب کسی صورت نہیں رکوں گا کیونکہ آپ اب مجھے ہراس کر رہی ہیں۔''

''اچھا سنو تو.....'' داتن نے ایک دم لہجے میں مٹھاس گھولی۔ ''تم اس ہوٹل والے لڑکے کا راز معلوم کرنا چاہتے ہو نا؟ اس کے لئے ہمیں یہیں رکنا ہوگا۔''

وہ جو بیگ میں لیپ ٹاپ ڈال رہا تھا' تیورا کے گھوما اور برہمی سے اسے دیکھا۔ ''پہلی بات.... ہم کوئی ''ہم'' نہیں ہیں اور دوسری بات' صبح تک تو آپ بار بار جانے کی بات کر رہی تھیں تو اب کیا ہوا؟''

''اب...'' داتن نے ہتھیلی پہ چہرہ گرایا اور دلچسپی سے اسے دیکھا۔ ''اب میرا دل چاہ رہا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ کسی کوہِ نور کا سراغ لگاؤں۔ تم سوچ لو۔ لیانہ صابری جیسی انویسٹی گیٹر کا ساتھ تمہیں اگلے پانچ سو ستاون سال میں بھی نہیں ملے گا۔''

ایڈم نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔ ''لیکن اگر آپ نے مجھ سے کوئی فضول بات کہی تو میں .....'' چہرہ پھر سے گلابی ہوا۔

''تو تم Me too hashtag کو کر کے ٹوئیٹ کر دینا۔ تم نوجوانوں کو ویسے بھی آج کل ہراس منٹ ہراس منٹ کھیلنے کا بہت شوق ہو چلا ہے۔'' ساتھ ہی وہ ہنسی۔ ایڈم البتہ سنجیدہ رہا۔

''ہراس منٹ اور وہ بھی جو 'ورک پلیس پہ ہو' واقعی ایک ایشو ہے' داتن صاحبہ۔ آپ نے اپنی کتابوں میں نہیں پڑھا اس کے بارے میں کیا؟''

داتن نے ہاتھ جھلایا اور اسے لیپ ٹاپ کھولنے کا اشارہ کیا۔ ''چھوڑو۔ عورتیں خود ایسا لباس پہنتی ہیں کہ لوگ ان کو ہراس کرنے پہ مجبور ہو جاتے ہیں۔ خیر.... دکھاؤ ذرا مجھے کون ہے وہ معصوم انسان جس کے پیچھے ایسٹ انڈیا کمپنی پڑی ہے۔''

ایڈم کچھ کہنا چاہتا تھا' مگر پھر خاموشی سے لیپ ٹاپ واپس نکالا اور اس کے سامنے میز پہ لے جا کر رکھا۔ داتن اشتیاق سے اسے کھولنے لگی تو اس نے اسکرین کو ہاتھ سے واپس گرا دیا۔ داتن نے چونک کے اسے دیکھا۔

''میں ایک ساتھ چار مختلف کتابیں نہیں شروع کرتا' مگر جو کتاب شروع کرتا ہوں' اسے یکسوئی سے مکمل بھی کرتا ہوں۔ میں نے کئی برس کسی لائبریری میں کام نہیں کیا' مگر میں نے ملاکہ کے قدیم کتب خانوں کی کتابیں پڑھ پڑھ کے قدیم ملے زبان سیکھی ہے۔ میں کے ایل کا بہترین انویسٹی گیٹر بے شک نہیں ہوں مگر میں ایک بہت اچھا رائٹر ہوں اور رائٹرز سے بہت احتیاط سے بات کرتے ہیں' ورنہ....'' جھک کے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ''.....وہ آپ کو اپنی کہانی میں ڈال کے مار بھی سکتے ہیں۔''

''واقعی؟ میں تو ڈر گئی۔ دیکھو میرے ہاتھ بھی کانپ رہے ہیں۔'' وہ بدمزہ ہو کے بولی تو ایڈم سیدھا ہوا اور شانے اچکائے۔

''میری وارننگ یاد رکھیے گا۔'' اور پھر اس کے ساتھ کرسی کھینچ لی۔

یہ تو طے تھا کہ اسے لیانہ صابری جیسی انویسٹی گیٹر اگلے پانچ سو ستاون سال میں بھی نہیں ملنی تھی۔

☆......☆......☆

باریسن نیشنل کے دفتر میں اس صبح لوگ اپنے آفس اور کیبن چھوڑ کے درمیانی گزرگاہ کے دونوں اطراف میں کھڑے تھے۔ تقریباً سب کی گردنیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں اور وہ دیوار پہ نصب ٹی وی اسکرین پہ چلتی خبر دیکھ رہے تھے۔

کسی نے قلم دانتوں میں دبا رکھا تھا تو کوئی افسوس سے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

تالیہ جب لفٹ سے نکل کے لابی تک آئی تو ریسیپشن والی لڑکی بھی اس طرف پشت کیے پریشانی سے ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

''باریسن نیشنل آپس کے اختلافات کا شکار۔''

''بی این کی اسٹاف ایمان موسیٰ کی انکشافات سے بھرپور ٹوئیٹس۔''

''ایمان موسیٰ نے الزام لگایا ہے کہ بی این کے ایک ممبر پارلیمنٹ ''ادیب بن سوت'' نے ان کو متعدد بار دفتر میں ہراساں کیا ہے۔''

''ایمان موسیٰ کا کہنا ہے کہ ادیب بن سوت ان کو ہراساں کرتے تھے۔ جب انہوں نے آواز اٹھانے کی کوشش کی تو وان فاتح کی چیف آف اسٹاف تالیہ مراد نے ان کو ادیب بن سوت کے کہنے پہ فائر کر دیا۔

''ایمان موسیٰ کا مزید کہنا تھا کہ ان کو برطرف کرنا ناانصافی ہے۔ پارٹی میں خواتین کو ہراساں کرنے کا رواج عام ہو چکا ہے۔''

''یاد رہے کہ چوبیس سالہ ایمان موسیٰ گزشتہ ایک سال سے بی این کے ساتھ منسلک ہیں' اور وہ وان فاتح بن رامزل کے الیکشن اسٹاف اور سوشل میڈیا ٹیم کا بھی حصہ ہیں۔ بی این کے اگلے چیئر مین کے انتخابات اس وقت قریب ہیں۔ بی این میں دو گروپ بن چکے ہیں۔ ایک گروپ کے امیدوار حاکمی صاحب ہیں اور دوسرے کے وان فاتح۔ اور یہاں ہم اپنے ناظرین کو بتاتے چلیں کہ ادیب بن سوت جن پہ خاتون نے ہراس منٹ کا الزام لگایا ہے' ان کا تعلق فاتح رامزل کے حمایتی گروپ سے ہے۔

بی این کے کسی نمائندے نے ابھی تک اس خبر پہ تبصرہ نہیں کیا۔ ہم مسلسل ان سے رابطہ کرنے کی کوشش میں ہیں۔''

لابی سے ہال تک کا فاصلہ عبور کرتے ہوئے وہ بار بار دہرائی جانے والی خبروں کو سن سکتی تھی۔ گزرگاہ کے اطراف میں کھڑے اسٹافرز گردنیں موڑ موڑ کے تالیہ کو دیکھنے لگے۔ سب خاموش تھے اور ان کی ملامتی نظریں اس چیف آف اسٹاف پہ جمی جس نے وہیں کھڑے ایک اسٹافر کو فائر کیا تھا۔ غصیلی نظروں سے اسے گھورتا اشعر سب سے آگے تھا۔

''اس اسکینڈل کو کھڑا کرنے کے لیے شکریہ' چے تالیہ۔'' وہ چبا چبا کے بولا تو تالیہ نے ایک بے زار نظر اس پہ ڈالی۔

''باس کہاں ہیں؟'' پھر نظریں ہال کے دوسرے سرے کھڑے فاتح پہ جا ٹھہریں۔ سفید شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک موڑے پہلوؤں پہ ہاتھ جمائے' وہ سنجیدگی سے تالیہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں ہر کوئی اس سے ناراض لگتا تھا۔

تالیہ نے گہری سانس لی اور گردن کڑا کے اطراف میں دیکھا۔

''آپ لوگ کانفرنس روم میں اکٹھے ہوں۔ میں وہاں آپ کے تمام سوالوں کے جواب دوں گی اور جو ضروری ہوا' وہ بلا جھجک کر گزروں گی۔''

ان الفاظ پہ بھی ملامتی نظریں برقرار رہیں۔ کسی نے ہونہہ میں سر جھٹکا' اور کوئی ٹی وی اسکرین کو دیکھتا رہا۔ ایک شخص بھی کانفرنس روم کی طرف جانے کے لیے جگہ سے نہیں ہلا۔ شہزادی نے مٹھیاں بھینچ کے ضبط کیا اور فاتح کی طرف آئی۔ اسٹاف لاؤنج پیچھے رہ گیا اور وہ آہستہ سے بولی۔ ''آپ بھی مجھے ملامت کر رہے ہوں گے مگر.....''

''نہیں' مجھے تم پہ اعتماد ہے!''

اس کی ساری توجیہات' وضاحتیں' شکوے اَن کہے رہ گئے۔ وہ بس اسے دیکھنے لگی۔ وہ بڑے رسان سے سمجھانے لگا تھا۔

''میں نے کل صوفیہ رحمٰن کو چیلنج کیا تھا۔اس نے جوابی حملہ تو کرنا تھا۔ایک عام سی اسٹافر اتنا بڑا اقدم صرف تب اٹھا سکتی ہے جب اس کی پشت پناہی کی جائے۔فکر نہ کرو۔سیاسی پارٹیوں میں ایسے مسئلے آتے ہیں۔تم اسے ہینڈل کر لو گی۔''

اس نے نظریں جھکا کے اپنے بیگ کو دیکھا جس میں استعفیٰ رکھا تھا۔

''اسٹاف مجھے ناپسند کرتا ہے۔وہ مزید مجھے اپنی چیف نہیں دیکھنا چاہتے۔'' ہاتھ زپ کی طرف بڑھے۔دور کھڑے اسٹافرز اور اشعر کی خود کو گھورتی نگاہیں وہ محسوس کر سکتی تھیں۔

''استعفیٰ دینے کے بارے میں سوچنا بھی مت' تاشہ!''

اس نے تنبیہہ کی تو تالیہ نے چونک کے اسے دیکھا۔

''آپ کو کیسے....؟؟''

''میرے نیچے ہزاروں کارکن کام کرتے رہے ہیں' لڑکی۔'' وہ نرمی سے مسکرایا۔''یہ پہلی دفعہ نہیں ہوگا کہ کوئی نیا باس اس وجہ سے ناراض ہو کے جاب چھوڑ جائے کہ اسے لگے کوئی اس کی عزت نہیں کرتا۔''

''کوئی میری عزت نہیں کرتا۔چاہے وہ مسز عصرہ ہوں' اشعر ہو یا وہ لفٹ مین۔سب مجھے Evil Queen سمجھتے ہیں۔'' وہ دبی آواز میں خفگی سے بولی۔

''عزت کمائی جاتی ہے۔جیسے تم نے میری نظر میں کمائی' ویسے ہی ان کی نظروں میں بھی کما سکتی ہو۔لیکن میدان چھوڑ کے نہیں۔بلکہ سامنے سے لیڈ کر کے۔''

اس نے زپ سے ہاتھ ہٹا دیے اور گہری سانس لی۔''اب میں کیا کروں؟''

''وہی جو اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو کرتا۔جاؤ۔شاباش۔'' فاتح نے سینے پہ بازو لپیٹ لیے اور چوکھٹ سے ٹیک لگائے اسے اسٹاف کی طرف واپس جانے کا اشارہ کیا۔

(فاتح کیا کرتا؟) اس نے سوچا اور اگلا مرحلہ آسان ہو گیا۔تیزی سے واپس ہال کے وسط میں آئی اور اونچی آواز سے بولی۔

''وہ تمام لوگ جو اس کرائسز کو حل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں' وہ گھر جا سکتے ہیں۔اور جو واقعی کام کرنا چاہتے ہیں' وہ کانفرنس روم میں میرا انتظار کریں۔میں اب بھی آپ کی چیف آف اسٹاف ہوں اور میرا حکم نہ ماننا وان فاتح کی حکم عدولی سمجھا جائے گا۔ناؤ موو ایوری ون!'' تحکم سے کہا اور واپس فاتح کی طرف آئی۔پیچھے سے اسٹاف ورکرز قدرے خاموش ہوئے اور پھر کچھ اپنی چیزیں سمیٹنے لگے۔باقی وہیں ہٹ دھرمی سے کھڑے رہے۔فاتح نے مسکرا کے اسے دیکھا اور اندر چلا آیا جہاں تالیہ کی میز کرسی رکھی تھی اور سامنے اس کے آفس کا بند دروازہ تھا۔

’’ادیب اندر ہمارا انتظار کر رہا ہے۔‘‘ اس نے دروازے کے باہر رک کے دھیمی آواز میں کہا۔’’اب بتاؤ‘ تمہارے ذہن میں کوئی لائحہ عمل ہے؟‘‘

’’نہیں!‘‘ تالیہ نے دائیں بائیں گردن ہلائی۔

’’تو تم نے اس کو فائر ہی کیوں کیا تھا ؟‘‘ نرمی سے وہی سوال پوچھ ہی لیا جو ہر کسی کی ملامتی نظروں میں تھا۔تالیہ نے گہری سانس لی۔

’’سر.....میرے پاس اس کو فائر کرنے کی ٹھوس وجوہات تھیں۔‘‘ اس نے فاتح کی آنکھوں میں قطعیت سے کہا۔

’’کیا اس نے کبھی یہاں ہراسمنٹ کی شکایت کی تھی؟‘‘

’’نہیں سر۔اس نے ایک دفعہ بھی شکایت نہیں کی۔اور ادیب صاحب تو اس روز واپس آئے ہیں بیرونِ ملک سے۔ان کا تو ڈیپارٹمنٹ اور آفس ہی الگ ہے۔‘‘

’’ادیب بہت معزز آدمی ہے۔اور اس کے بیوی بچے اس بات سے بہت ڈسٹرب ہوئے ہیں۔وہ اندر موجود ہے۔مگر اس سے بات کرنے سے پہلے....‘‘ وہ رک کے تنبیہہ کر رہا تھا۔’’تم یاد رکھنا کہ اس کا ایک بچہ ہارٹ پیشنٹ ہے‘ اور وہ اسی کے علاج کے لئے بیرونِ ملک تھا۔ہمیں کسی بھی طرح اس خبر سے اس کی خراب ہوتی ساکھ کو بچانا ہے تاکہ اس کی فیملی پہ اثر نہ پڑے۔ایسی ہی باتوں کی وجہ سے عصرہ جیسی بیویاں اپنے شوہروں کو الیکشن نہیں لڑنے دیتیں۔‘‘ آخر میں فاتح نے افسوس سے سر جھٹکا۔جب اس کی اپنی ویڈیو لیک ہوئی تھی تو وہ ڈسٹرب ہوا تھا کیونکہ معاملہ اس کا اپنا تھا۔لیکن آج پارٹی کرائسز میں تھی اور تالیہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ خود کو بالکل ٹھنڈا اور مطمئن رکھے ہوئے تھا۔

ایک لیڈر کی طرح۔تاکہ اسے دیکھ کے دوسرے حوصلہ پکڑیں۔اور تالیہ کو بھی حوصلہ ملا تھا۔

’’سر....میں نے اس سے بڑے کرائسز دیکھے ہیں۔میں اس کو ہینڈل کر لوں گی۔‘‘

’’میں نہیں....ہم!‘‘ اس نے ابرو اٹھا کے یقین دلایا تو ایک دم گزشتہ شام کی ساری تلخی زائل ہونے لگی۔اس نے سوچا بھی کیسے تھا کہ وہ اس سے الگ ہو سکتی تھی؟

ادیب بن سوت سامنے کرسی پہ بیٹھا بار بار کلائی کی گھڑی دیکھ رہا تھا۔عمر پچاس کے لگ بھگ ہو گی اور اچھا خاصا خوش شکل مرد تھا۔دبلے چہرے اور دراز قد کا حامل ادیب پریشان نہیں‘ البتہ متاسف ضرور لگتا تھا۔

فاتح کو آتے دیکھ کے کھڑا ہوا۔تالیہ کو عقب میں دیکھا تو سر کے خم سے اشارتاً سلام کیا۔کوٹ شاید اپنے آفس میں اتار دیا تھا‘ اور اس وقت وہ سیاہ پینٹ اور سفید شرٹ کے ساتھ ٹائی میں ملبوس تھا۔وہ چند دنوں میں ہی دیکھ چکی تھی کہ وہ خاصا رکھ رکھاؤ اور نرم انداز والا آدمی تھا۔

’’کوئی مجھے بتائے گا یہ کیا ہو رہا ہے۔‘‘ اس نے افسوس سے فاتح سے پوچھا۔

’’ادیب....یہ میری چیف آف اسٹاف ہے تاشہ....‘‘ وہ رکا۔’’تالیہ ۔‘‘

فاتح نے اپنی پاور سیٹ سنبھالتے ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا تو اس نے ادیب کے ساتھ والی کرسی کھینچی۔ اب فاتح میز کے ایک جانب بیٹھا تھا اور وہ دونوں دوسری جانب۔ تالیہ بیٹھتے ہی بتانے لگی۔

''ادیب صاحب' ایمان کو میں نے برحق برطرف کیا تھا۔ مگر کل ہم نے.....'' فاتح کو ایک نظر دیکھا۔ ''صوفیہ رحمٰن پہ ذاتی حملہ کیا ہے' تو یہ ان کا جواب ہے۔''

''ظاہر ہے میں یہ سمجھتا ہوں مگر میرا نام کیوں لیا اس نے؟'' وہ پریشان سے زیادہ حیران تھا۔ ''میں اس لڑکی کے پورے نام سے بھی واقف نہیں ہوں۔ نہ میری اس سے کوئی بات چیت ہے۔ میرا بچہ بیمار ہے۔ میں تو پچھلے کتنے ماہ سے اس آفس میں بھی کم آتا ہوں' اور مجھے نہیں معلوم وہ کس ہراس منٹ کی بات کر رہی ہے۔ آپ میرا...'' جیب میں ہاتھ ڈال کے ایک آئی فون نکالا اور میز پہ رکھا۔ ''فون چیک کر سکتی ہیں۔ میں کسی بھی ethics کمیٹی یا ڈسپلنری کمیٹی کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

''سر' مجھے معلوم ہے اس لڑکی کو آپ نے کبھی بھی ہراس نہیں کیا۔'' وہ بے حد یقین سے بولی تو ادیب نے گہری سانس بھری۔ البتہ اس کی آنکھوں کا اچنبھا کم نہیں ہوا تھا۔

''مگر میں ہی کیوں؟ میری فیملی ڈسٹرب ہے' میرا بچہ بیمار ہے۔'' اسے جیسے صدمہ پہنچا تھا۔ ''دیکھیں چے تالیہ....آپ اس مسئلے کو جیسے بھی ہینڈل کریں' مجھے ایک بات کا جواب آپ لا کر دیں گی کہ اس نے میرا نام کیوں خراب کرنے کی کوشش کی!'' کہتے ہوئے ادیب کے کان سرخ ہونے لگے تھے۔

''وہ صرف صوفیہ رحمٰن کے کہنے پہ یہ کر رہی ہے۔'' ٹیک لگائے بیٹھے فاتح نے ناک سے مکھی اڑائی۔

''جی سر' اور اس کو آپ سے کوئی ذاتی پرخاش بھی ہو سکتی ہے۔ مگر آپ فکر نہ کریں' میں اس معاملے کے ختم ہونے کے بعد سارے جواب لے کر آپ کے پاس آؤں گی۔'' وہ اسے بہت ذمہ داری سے یقین دلا رہی تھی۔

''ادیب تم پہ یہ مصیبت میری وجہ سے آئی ہے۔ تم اپنے گھر جاؤ اور اپنی فیملی کو دیکھو۔ ہم تمہیں اس سے نکال لیں گے۔''

اس کے تسلی دلانے پہ ادیب نے شانے اچکائے اور کھڑا ہو گیا۔

''جب میں نے کچھ غلط نہیں کیا تو مجھے کوئی ڈر بھی نہیں ہے۔ صرف فیملی کی پریشانی ہے۔ مگر خیر....آئی ٹرسٹ تالیہ۔''

وہ اس پہ اعتماد کا اظہار کر رہا تھا۔

''تھینک یو ادیب صاحب!'' وہ ہلکا سا مسکرائی۔ ادیب بن سوت باہر نکل گیا تو وہ دونوں آفس میں تنہا رہ گئے۔ فاتح اسے غور سے دیکھنے لگا تو وہ جلدی سے بولی۔

''اس کو فائر کرنا غلط نہیں تھا۔'' انداز مدافعانہ تھا۔

''مجھے اصل وجہ بتاؤ۔ تم نے اسے کیوں فائر کیا؟'' وہ ہتھیلیاں میز پہ رکھے آگے کو جھکے پوچھ رہا تھا۔ ''مجھے صرف سچ سننا ہے۔''

''چاہے وہ کتنا ہی نا قابل یقین کیوں نہ ہو؟''

''میں یقین کروں گا۔ تم کہہ کے دیکھو۔''

اس کے انداز کا اعتماد اور بھروسہ.....تالیہ کا دل پگھلنے لگا۔ وہ پیچھے ہوئی اور سینے پہ بازو لپیٹے۔ ''پہلی وجہ تو یہ تھی کہ اس کا رویہ نان پروفیشنل تھا۔ اور دوسری وجہ سن کے آپ کو لگے گا کہ میں کوئی کہانی گھڑ رہی ہوں یا....''

''مجھے ایسا کیوں لگے گا؟ تمہاری کہی کوئی بات کبھی جھوٹ ثابت نہیں ہوئی۔ اور ہم اس فائل کے ایشو سے آگے بڑھ چکے ہیں' تاشہ!''

وہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔ بنا پلک جھپکے' آنکھیں اس پہ جم گئیں۔ ''تو آپ کو میں سچی لگتی ہوں؟''

''ظاہر ہے۔'' وہ پوری دیانتداری سے کہہ رہا تھا۔ تالیہ کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا لگنے لگا مگر اس نے کوشش کی کہ پانی کو آنکھوں تک نہ آنے دے۔

''میں سچے خواب دیکھتی ہوں اور کچھ عرصہ پہلے جب میں کہیں 'قید' تھی....مشکل میں تھی....تو میں نے خود کو اس آفس میں اس لڑکی کو ٹرمینیٹ کرتے دیکھا تھا۔''

''سیریئسلی؟ تمہیں سچے خواب دکھائی دیتے ہیں؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

''آپ کو یقین نہیں آیا؟''

''ہوسکتا ہے تمہارا خواب غلط ہو' لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم سچائی سے وہی بتا رہی ہو جس پہ تمہیں یقین ہے۔'' پھر ابرو اچکائے۔

''سچے خواب۔ ہاؤ کول۔''

''وہ صرف ایک خواب نہیں تھا۔ اس سیاہ طویل رات میں ایک 'امید' تھا کہ مجھے آزادی ملے گی۔ مگر میں نے اندھا دھند یہ قدم نہیں اٹھایا۔ میں نے کہا نا سر' اس کا رویہ نان پروفیشنل تھا۔ اور مجھے اب بھی یقین ہے کہ میری امید غلط نہیں ہوسکتی۔ اس ٹرمینیشن کا اختتام کسی بہت اچھی چیز پہ ہوگا۔''

''بہرحال اس کو فائر کرنے کی وجہ جو بھی ہو....جو ہوگیا سو ہوگیا۔ تمہیں اب اس مسئلے کو خود حل کرنا ہوگا۔''

''میں بڑی باہمت لڑکی ہوں سر۔ میں ہار نہیں مان رہی لیکن میں کیسے کچھ کروں جب کہ اسٹاف مجھے پسند نہیں کرتا نہ اب کوئی میری بات مانے گا۔'' وہ تلخ ہوئی۔

''تو بات منواؤ۔ جیسے لیڈرز منواتے ہیں۔''

''کیسے منواتے ہیں؟''

وہ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ سامنے کرسی پہ بیٹھی تالیہ کچھ خفا' کچھ پریشان نظر آتی تھی۔

''تمہیں معلوم ہے بعض قبائل میں جب کوئی لیڈر کسی مسئلے کے حل کے لیے عمائدین کو اکٹھا کرتا ہے تو وہ ایک دائرے میں ان لوگوں کو بٹھاتا ہے۔ ایک دائرہ جہاں سب برابر ہوتے ہیں۔ اچھا لیڈر سب کو ان کے فرسٹ نیم سے پکار کے ان کی رائے مانگتا ہے اور سب کے خاموش ہونے کے بعد بولتا ہے۔ اس کی بات آخری اور حتمی ہوتی ہے۔'' اس نے شرٹ کی آستینیں کھولیں اور کف کے بٹن بند کیے۔

''اگر تمہیں لیڈر بننا ہے تو جا کے سب کو ایک گول میز کے گرد بٹھاؤ' اور ان کے آئیڈیاز سنو۔ آخری شخص کو سننے تک تمہارے ذہن میں پلان بی آچکا ہوگا۔ پھر تمہیں کوئی ایڈوائس' کوئی راہنمائی چاہیے ہو تو تم میرے پاس آسکتی ہو۔ مگر اس مسئلے کو تمہیں خود حل کرنا ہوگا۔ میں ابھی پارلیمنٹ جا رہا ہوں۔'' وہ اب کوٹ اٹھاتے ہوئے ہر شے اس کے سپرد کر رہا تھا۔ تالیہ کا دل بری طرح دھڑکا مگر بظاہر اس نے چہرے کو پرسکون رکھا۔

''میں سنبھال لوں گی' سر!''

''گڈ۔ اور یاد رکھو۔'' میز کے پیچھے سے نکلتے ہوئے اس نے آخری تنبیہ کی۔ ''لیڈر وہ نہیں ہوتا جس کی تدبیریں اعلیٰ اور دماغ چالاک ہوتا ہے۔ لیڈر وہ ہوتا ہے جو پریشر برداشت کر سکے اور گھبراہٹ پہ قابو پائے۔''

''یس سر!'' وہ جلدی سے اٹھی اور باہر نکل آئی۔

کچھ دیر بعد وہ کانفرنس روم کی بیضوی میز کے ایک سرے پہ بیٹھی تھی اور خاموشی سے سب کو سن رہی تھی۔ تمام کرسیاں بھری تھیں اور کچھ لوگ کرسیوں کے پیچھے کھڑے تھے۔ کبھی وہ باری باری بولتے اور کبھی ایک ساتھ رائے دینے لگتے۔

''آپ نے اسے فائر کیا اور یہ سارا مسئلہ کھڑا ہوا۔''

''ایمان کو بلاوجہ فائر نہ کیا جاتا تو وہ اس حد تک نہ جاتی۔ اب تو ہر کسی کو اپنی نوکری کا ڈر لگ گیا ہے۔''

''اور ہو سکتا ہے کہ اسے واقعی ہراس کیا جا رہا ہو۔ ہو سکتا ہے وہ سچ بول رہی ہو۔'' ایک عینک والی لڑکی نے ہچکچاتے ہوئے سوال کیا تو سب گردنیں موڑ کے اسے دیکھنے لگے۔ آوازیں بلند ہوئیں۔

''ادیب صاحب ایسے بالکل نہیں ہیں۔''

''ادیب صاحب تو اس کو ٹھیک سے جانتے بھی نہیں ہیں۔''

دروازہ کھلا اور تیوریاں چڑھائے اشعر اندر داخل ہوا۔ چونکہ اس وقت بہت سے کارکن بول رہے تھے تو وہ خاموشی سے کھڑکی کے ساتھ.... تالیہ کی سیدھ میں جا کھڑا ہوا اور ہاتھ جیبوں میں ڈالے ضبط سے جیسے اپنی باری کا انتظار کرنے لگا۔

تالیہ جو گال تلے انگلی رکھے بیٹھی تھی' بالآخر مسکرا کے بولی۔ ''آپ میں سے اسنو وائٹ کون ہے؟''

کارکن ایک دم باتیں روک کے اسے دیکھنے لگے۔''جی' میم؟'

''میری سیٹ پہ کسی نے ایک پرچی لگائی تھی جس پہ Evil Queen لکھا تھا۔لکھنے والا یا (ایک تیکھی نظر عینک والی لڑکی پہ ڈالی جس نے نظریں فوراً جھکا لی تھیں۔) یا لکھنے والی اس عمل کی ذمہ داری قبول کرنا چاہے گی؟'' اس نے پرچی پرس سے نکال کے ان کو دکھائی۔(اشعر نے بےزاری سے سر جھٹکا۔)

کانفرنس ہال میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔

''آپ میں سے اکثر لوگ مجھے ایک ظالم ملکہ کے طور پہ دیکھتے ہیں جو بلا وجہ کسی بھی کارکن کا سر قلم کر دیتی ہے۔لیکن میں آپ کو ایسے نہیں دیکھتی۔''

گھومنے والی کرسی پہ ٹیک لگائے' گال تلے انگلی رکھے بیٹھی وہ رسان سے کہہ رہی تھی۔تنقیدی' چبھتی نگاہیں اس پہ ہنوز جمی تھیں۔

''میں آپ لوگوں کو مردوں اور عورتوں کی ایک ٹیم کے طور پہ دیکھتی ہوں جو ایک مقصد کے لیے اکٹھے کام کر رہے ہیں۔یہ فریدہ ہے (عینک والی لڑکی کی طرف قلم سے اشارہ کیا) جو اپنی کڈنی پیشنٹ والدہ کی خدمت کے لیے جاب کر رہی ہے۔یہ نعیمہ ہے جو سنگل مدر ہے اور اسے تنخواہ سے اپنے بیٹے کی اسکول فیس دینی ہوتی ہے۔'' وہ باری باری ہر ایک کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

''یہ رضوانہ ہے جو اپنے شوہر حارث کے ساتھ مل کے کماتی ہے تاکہ دونوں اپنا گھر چلا سکیں۔اور یہ آمنہ ہے جو باہر سے ڈگری لے کے آئی ہے اور جاب کرنا اس کی مجبوری نہیں ہے مگر یہ اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔''

کانفرنس روم میں ایک ششدر سا سناٹا چھا گیا تھا۔جہاں لڑکیاں یک ٹک اسے دیکھ رہی تھیں وہاں اشعر بھی چونک گیا تھا۔(چے تالیہ اپنے اسٹاف کو جانتی ہیں۔انٹرسٹنگ۔)

''اور یہاں عارفین بھی ہے جو نظر کے مسئلے کی وجہ سے اگر فوج میں نہیں جا سکا تو بی این میں کام کر کے ملک کی خدمت کر رہا ہے۔یہاں دانیال بھی ہے جو اکیلا اپنے چھ بہن بھائیوں کو پال رہا ہے کیونکہ اس کے والدین اس کی ٹین ایج میں وفات پا گئے تھے۔اور شکور...جو اپنی ٹف پڑھائی کے ساتھ پارٹی کے سوشل میڈیا سیل کے لیے وقت نکالتا ہے۔جاب کرنا آپ میں سے کسی کی مجبوری ہے تو کسی کا خواب۔یہ جاب بہت سے مردوں اور عورتوں کو ایک چھت تلے لے آتی ہے جہاں ہمارے درمیان اچھی بات چیت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ہم فارغ وقت میں ساتھ بیٹھ کے لطیفوں پہ ہنستے بھی ہیں' باس کا مذاق بھی بناتے ہیں' اور ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے ہیں کیونکہ اچھے کردار کے لئے کرخت شکل بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔نہ ہی صرف حجاب پہن لینا آپ کو بچا سکتا ہے۔آپ میں سے کچھ لڑکیاں حجاب پہنتی ہیں اور کچھ نہیں پہنتیں مگر میں آپ سب کو مضبوط کردار کی لڑکیوں کے طور پہ جانتی ہوں کیونکہ آپ آفس کے مردوں کے ساتھ ایک اچھا ورکنگ ریلیشن شپ رکھنے کے باوجود اپنی اخلاقی حدود کو نہیں پھلانگتیں اور چھپ کے کرنے والی یا ذومعنی رومانوی گفتگو میں نہیں پڑتیں۔''

اس پہ جمی نظریں اور تاثرات آہستہ آہستہ بدل رہے تھے۔ کچھ کے ماتھے کے بل سیدھے ہوئے تو کسی نے نظریں جھکالیں۔

''آفس میں جو شخص اخلاقی حدود کو عبور کرے' نازیبا گفتگو کرے' بھلے سامنے والی لڑکی نے حجاب پہنا ہے یا نہیں' اس شخص کو ہراسر کہتے ہیں۔ ہراس کے عمل کی وجہ اس کا اپنا ذہنی فتور ہوتا ہے' عورت کا لباس نہیں۔ ہمارا لباس ہماری اپنی پاکیزگی کے لئے ہے' دوسرے کی نظر کی نہیں۔ ہم اگر غیر اخلاقی لباس پہنیں گے تو ہم اپنی پاکیزگی کھودیں گے لیکن ہراسر عموماً لباس سے آگے نکل چکے ہوتے ہیں۔ وہ برقے والی کو بھی تنگ کرتے ہیں اور سات سال کی یونیفارم والی بچی کو بھی۔ آپ نے حجاب نہیں اوڑھا لیکن کوئی قابل اعتراض اور تنگ لباس بھی نہیں پہنا' تب بھی ایسے لوگ آپ کو ستائیں گے۔''

''چے تالیہ.....آپ کی تقریر اچھی ہے۔ مگر پلان کیا ہے؟ ہمیں دیر ہورہی ہے۔'' اشعر سے مزید برداشت نہیں ہوا۔ کلائی کی گھڑی دکھائی۔ تالیہ نے ہاتھ اٹھا کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور بات جاری رکھی۔

''میں آپ کو یہ یقین دلانا چاہتی ہوں کہ ایمان کو کسی نے اس آفس میں ہراس نہیں کیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو تالیہ مراد آج ایمان کے ساتھ جا کے کھڑی ہوجاتی۔ میرے نزدیک ہراس منٹ اتنا سنگین جرم ہے۔ اور اسی لیے میں نے ایمان کو فائر کیا تھا۔''

''جی؟'' فریدہ نے اچھنبے سے کہا تو تالیہ نے گہری سانس لی۔

''میں نے ایمان کو دو وجوہات کی بنا پہ نکالا۔ ایک میں نے ابھی باس کو بتائی اور دوسری آپ کو بتا رہی ہوں۔ ہراس منٹ صرف مرد نہیں کرتے۔ عورتیں بھی کرتی ہیں۔ جیسے ایمان' منیر الکلام کو ہراس کررہی تھی۔ منیر میرے پاس شکایت لے کر نہیں آیا حالانکہ اسے آنا چاہیے تھا۔''

سب نے گردنیں گھما کے منیر نامی اس نوجوان کو دیکھا جو خود بھی حق دق رہ گیا تھا۔ منہ تک کھل گیا۔ ''میں؟''

''منیر.... یہ کیا کہہ رہی ہیں؟'' اسٹاف لڑکیوں نے حیرت سے اسے پکارا۔ منیر نے بے بسی اور بے یقینی سے لب آپس میں پیوست کرلیے۔ نظریں جھکالیں۔ وہ خوش شکل مگر دبلا پتلا سا نوجوان تھا جو دیکھنے سے ہی کم اعتماد لگتا تھا۔

''میں نے ایمان کو اس لئے فائر کیا تھا کیونکہ وہ آفس کا ماحول خراب کررہی تھی۔ وہ منیر جیسے شریف اور ڈرپوک لڑکے کو غیر اخلاقی کاموں کے لئے اکسایا کرتی تھی۔ دانیال کو علم ہے اور شاید منیر کے چند دوستوں کو بھی معلوم ہے۔ وہ اس سے سینئر تھی اور اس کو دھمکاتی تھی کہ وہ اس کی جاب چھین سکتی ہے۔ وہ پوزیشن آف پاور پہ تھی اور منیر کمزور تھا اس لیے چپ رہا اور عثمان یا میرے پاس نہیں آیا۔''

اشعر نے حیرت سے ابرو اٹھا کے ان سب کو دیکھا۔ ''واقعی؟''

دوسرے اسٹاف نے اثبات میں گردن ہلائی اور منیر نے سر مزید جھکا دیا۔ ''جی سر۔''

عینک والی فریدہ نے لبوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔ بہت سے لوگ ششدر رہ گئے تھے۔

''منیر....'' تالیہ نے اسے نرمی سے مخاطب کیا۔ ''میں جانتی ہوں کہ تم اپنی عزت کے لئے ڈرتے تھے مگر وہ لڑکی اب دشمنوں

سے جالملی ہے اور تمہیں اس وقت اپنے بیوی بچے' خاندان اور دوستوں وغیرہ کی باتوں کا سوچ کے فکر مند نہیں ہونا۔ تمہیں اپنے آفس سے وفا نبھانی ہے۔ میں اس مسئلے کو نہیں حل کروں گی۔ تم کرو گے۔ کیونکہ ہم تمہاری ٹیم ہیں اور جو ٹیم سے غداری کرے.... (آواز بلند ہو رہی تھی) ہم اس کو ایسی عبرت ناک مثال بنا کے رکھ دیں گے تاکہ آئیندہ کوئی یوں میڈیا پہ ہمیں بلیک میل نہ کر سکے۔"

"ونڈر فل۔" اشعر بالآخر مسکرایا اور چلتا ہوا قریب آیا۔ اسے تالیہ کی حکمت عملی سمجھ آ رہی تھی۔ "ہمیں ایمان کو ہراسر کے طور پہ پیش کرنا ہوگا۔"

"میم وہ ایک لڑکی ہے اور ہم اس کو یوں سر عام بے عزت کریں؟ یہ ٹھیک ہوگا؟" نرم دل نعیمہ کے منہ سے نکلا۔

"یہ آپ کو سیاسی پارٹی جوائن کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا نعیمہ۔ سیاست تو ہے ہی گندی چیز اور اب ہم سب اس گند کا حصہ ہیں۔ اگر عورت کسی دوسرے پہ کیچڑ اچھالے گی یا جرم کرے گی تو اسے اس کی سزا ملے گی۔ وہ باہر میدان جنگ سجا کے پریس کانفرنس کرنے جا رہی ہے اور میدان جنگ میں دشمن پہ ترس نہیں کھاتے۔ کھیل ایمان نے شروع کیا تھا۔ ختم ہم کریں گے۔"

"مگر کیسے؟"

"ہم پراپیگنڈا کرنے جا رہے ہیں۔ پراپیگنڈا سمجھتی ہو نعیمہ؟" وہ اٹھتے ہوئے میز سے اپنی چیزیں سمیٹ رہی تھی۔ "اتنا شور مچانا کہ باقی ہر آواز دب جائے۔ ایمان کے الزام کے جواب میں ہمیں خاموش رہ کے پیچھے نہیں ہٹ جانا۔ ہم نے اتنا شور مچانا ہے کہ اس کی آواز کوئی سن ہی نہ سکے۔" ساتھ ہی وہ ہدایات دینے لگی۔ (اس کے کھڑے ہوتے ہی دوسرے لوگ بھی کھڑے ہونے لگے۔)

"دانیال تم ایمان کے خلاف ٹوئیٹر پہ ٹوئیٹس کرو۔ اس کو اتنا Evil پینٹ کرو کہ لوگ اس سے بے زار ہو جائیں۔ بعد میں فاتح ٹوئیٹ کرکے پارٹی ورکرز کو ایمان کو برا بھلا کہنے سے روک دیں گے لیکن تب تک تم اس کو خاطر خواہ نقصان پہنچا چکے ہوگے۔ حارث' تم مجھے ایمان کی پیدائش سے اب تک کی زندگی کی ساری اہم معلومات لا کے دو۔ وہ پہلے کہاں جاب کرتی تھی اور وہ جاب اس نے کیوں چھوڑی' یہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ آہنہ' تمہارے بینک میں کانٹیکٹس ہوتے ہیں۔ تم مجھے ایمان کی مالی ٹرانزیکشنز کا حساب لا کے دو گی۔ ہمیں اس کے اور صوفیہ رحمٰن کے درمیان کسی رقم کی منتقلی کا ثبوت اگر مل جائے تو بہت اچھا ہوگا۔" پھر رک کے بولی۔ "ویسے تو میرے پاس ایک بہت قابل انویسٹی گیٹر ہے جو وزن اور عقل میں تم میں سے دس کے برابر ہے لیکن میں اس وقت صرف اپنی ٹیم پہ بھروسہ کرنا چاہتی ہوں۔ آل رائیٹ ایوری ون۔ گیٹ ٹو ورک ناؤ۔"

وہ وہاں کھڑی کہہ رہی تھی اور اسٹافرز سر ہلا کے فوراً سے اپنے اپنے کیبن کی طرف لپکنے لگے تھے۔

ماحول یکسر بدل گیا تھا۔ سب میں توانائی سی بھر گئی تھی۔

منیر البتہ متذبذب اور پریشان کھڑا تھا۔ "مجھے کیا کرنا ہوگا میم۔"

''تمہیں.....''اشعر مسکراتا ہوا آگے آیا۔''تمہیں ہر اس منٹ وکٹم بننا ہوگا۔''

''اشعر صاحب درست کہہ رہے ہیں' منیر۔تمہیں اور مجھے مل کے ایمان کی پریس کانفرنس خراب کرنی ہے۔''وہ بھی مسکرا کے بولی تو منیرالکلام کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔

باہر راہداری میں تیز تیز چلتے اشعر نے سرگوشی کی۔

''آپ نے واقعی ایمان کو اسی وجہ سے نکالا تھا؟''

''کہا نا۔مجھے اس کو نکالنا ہی تھا۔شو آف پاور کے لیے۔''وہ دبے الفاظ میں بولی۔''لیکن میں نے پہلے اس پہ پوری تحقیق کی تھی۔فشنگ مہم' یو نو۔اور میرے ہاتھ اتنی بڑی وجہ آ گئی کہ اسے نکالنا آسان ہو گیا۔اور مجھے معلوم ہے کہ اکیسویں صدی میں لوگوں کو فائر کرنا آسان نہیں ہوتا۔''جتا کے بولی تو وہ محض مسکرا دیا۔وہ دونوں آگے چل رہے تھے اور منیر ذرا پیچھے تھا۔ان کی گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔

''مگر میں نے ٹرمینیشن لیٹر میں وجہ اس کی چھٹیاں لکھی تھیں تاکہ اس لڑکی کا پردہ رہے۔لیکن اب چونکہ اس نے کسی کا پردہ نہیں رکھا تو....''اس نے کوٹ کی جیب سے ایک تہہ شدہ کاغذ نکال کے اشعر کی طرف بڑھایا۔''یہ ایک دوسرا ٹرمینیشن لیٹر ہے جو میں نے آپ کی طرف سے بیک ڈیٹ میں اس وقت بنایا تھا جب سارے ورکرز اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔اس کے مطابق اسے میں نے نہیں' اصل میں آپ نے فائر کیا تھا۔سیاست ایک con game ہے اشعر صاحب اور اس وقت ہم میڈیا کو کون کرنے جا رہے ہیں۔وہ اسی بات میں الجھ جائیں گے کہ اصل ٹرمینیشن لیٹر کون سا ہے۔جو ایمان دکھا رہی ہے یا جو ہم دکھائیں گے۔''

''گڈ۔میں ابھی سائن کر دیتا ہوں۔''اشعر نے قلم نکالتے ہوئے کاغذ کی تہہ کھولی تو دیکھا' وہ پہلے سے سائن شدہ تھا۔اس نے بے یقینی سے تالیہ کو دیکھا۔سارے دن کے بعد وہ اب کھل کے مسکرائی تھی۔

''مجھے نہیں معلوم تھا آپ راضی ہوں گے یا نہیں اس لیے میں نے خود ہی آپ کے سائن کر دیے۔یہ مسئلہ میرا کھڑا کردہ ہے۔اسے مجھے ہی حل کرنا ہے۔''اور لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔

اشعر نے گہری سانس لی اور پھر ہلکا سا مسکرا دیا۔اس کے قدم اب تالیہ کے تعاقب میں بڑھ چکے تھے۔وہ بالآخر بہتر محسوس کر رہا تھا۔

☆......☆......☆

سن باؤ کے صحن میں ٹھنڈی سی دھوپ پھیلی تھی۔برآمدے کی میز پہ وہ دونوں اسی طرح بیٹھے تھے۔داتن لیپ ٹاپ پہ ویڈیو دیکھتے ہوئے بار بار جمائی روک رہی تھی۔جبکہ ایڈم ایک فائل سے کاغذات نکال نکال کے اسے دکھا رہا تھا جس کو دیکھنے میں وہ بالکل دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔

''میرے دوست نے فہمی بن سلام کے بارے میں مکمل چھان بین کی ہے مگر اس کا کہنا ہے کہ یہ بالکل کلین ہے۔''

داتن نے بےزاری سے اسے دیکھا۔ ''کوئی بھی کلین نہیں ہوتا۔''

''میں نے بھی یہی کہا تھا۔ کوئی تو وجہ ہے جو اس کے ماں باپ اس سے بات نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ ہانگ کانگ کی ایک اعلیٰ درجے کی لاء فرم میں کام کرتا ہے جو....'' وہ ایک کاغذ دکھانے لگا تو داتن ایک دم سیدھی ہوئی اور سنجیدگی سے اسے گھورا۔

''اس کے ماں باپ اس سے بات نہیں کرتے؟ یہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''قریباً چھے دفعہ بتا چکا ہوں۔ پہلی دو دفعہ آپ کھانے اور آخری چار دفعہ مجھے نظرانداز کرنے میں مصروف تھیں۔''

''ہوں۔'' اس نے سوچتے ہوئے انگلی سے گال پہ دستک دی۔ ''اس کے ماں باپ کی اس سے کیا لڑائی ہوسکتی ہے بھلا؟''

''یہی تو پتہ کرنا ہے مگر کیسے؟''

''سادہ طریقہ۔'' داتن پدو کا بشاشت سے کہتی اٹھی۔ ''اس کے والدین سے پوچھ لیتے ہیں۔''

ایڈم نے آنکھیں پوری پھیلا کے اسے دیکھا۔ ''یعنی ہم اس کے ماں باپ کے گھر منہ اٹھا کے چلے جائیں اور پوچھیں کہ آپ اپنے بیٹے سے کیوں نہیں ملتے؟''

''بالکل!'' اس نے مسکرا کے پلکیں جھپکائیں۔ ''ایڈریس تو تمہارے دوست نے دیا ہی ہوگا۔''

''اور میں سمجھا آپ کوئی اعلیٰ پائے کی انویسٹی گیٹر ہیں۔ آپ تو ماشاءاللہ مجھ سے بھی زیادہ فارغ ہیں۔'' کہا نہیں۔ صرف سوچا۔

فہمی سلام کے والدین کا گھر چھوٹا مگر صاف ستھرا سا تھا۔ ایک منزلہ تکون مخروطی چھت والا گھر جس کے سامنے چھوٹا سا گھاس سے سبز قطعہ بنا تھا جس میں خوشنما گملے لگے تھے۔ ایڈم کو بےاختیار اپنا گھر یاد آیا۔ بعض چھوٹے چھوٹے گھروں کو حلال کی آمدن اور گھر والوں کی سچی عادتیں کتنا بابرکت بنا دیتی ہیں نا۔

گھنٹی بجائی تو جلد ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی آتا دکھائی دیا۔ داتن نے مسکرا کے گیٹ کے پار سے ہی ان کو مخاطب کرلیا۔

''سلام صاحب.... کیسے ہیں آپ؟ ہم ایچ کے بزنس ایوارڈز کے ادارے کی طرف سے آئے ہیں۔ آپ سے کچھ سوالات پوچھنے ہیں۔''

''جی بتائیے۔'' وہ صاحب متذبذب سے قریب آئے اور گیٹ کھولا۔ کرتے اور پاجامے میں ملبوس، وہ جناح کیپ پہنے ہوئے تھے۔

''میں ذیابیطس کی مریض ہوں، زیادہ دیر کھڑی نہیں رہ سکتی۔'' ایڈم نے گردن موڑ کے معصومیت سے کہتی داتن کو گھورا۔ (اب سمجھ آیا چے تالیہ کہانیاں گھڑنے میں کس پہ گئی ہیں۔)

چھوٹے سے لاؤنج میں وہ دونوں اب ایک صوفے پہ بیٹھے تھے۔ درمیان میں میز حائل تھی اور میز کے پار بیٹھا بوڑھا ملے اب متفکر سا ان کو دیکھ رہا تھا۔

''ایچ کے بی کیا ہے؟ سوری میں واقف نہیں ہوں۔''

ایڈم نے کنکھیوں سے داتن کو دیکھا۔ وہ نوٹ پیڈ اور قلم نکالے بیٹھی مکمل پراعتماد تھی۔

''ہانگ کانگ بزنس ایوارڈز۔ ہم دراصل....''

''فہمی....آپ فہمی کے سلسلے میں آئے ہیں۔'' سلام صاحب کے تاثرات سنجیدہ ہوئے۔ آنکھوں میں سرد مہری سی آئی مگر ایڈم نے دیکھا' اس سرد مہری میں تکلیف بھی تھی۔

''جی سر۔ آپ کا بیٹا فہمی اپنی فیلڈ میں Excel کر رہا ہے اور اس سال اس کو بزنس ایوارڈ کے لئے نامزد کیا گیا ہے۔ اس کی پروفائل تیار کرنے کے لئے ہمیں کچھ معلومات.....''

''دیکھئے خاتون....'' سلام صاحب نے مہذب مگر قطعی لہجے میں بات کاٹی۔ ''ہمارا فہمی سے کوئی تعلق نہیں ہے خصوصاً اس کے کام سے۔''

''آپ اپنے بیٹے سے خفا لگتے ہیں۔'' داتن نے حیرت سے پوچھا تو سلام صاحب جو باہم انگلیاں پھنسائے بیٹھے تھے' خاموش رہے۔ نظریں میز پہ رکھے گلدان پہ جمی تھیں۔

''یا شاید آپ اپنے بیٹے کے 'کام' سے خفا ہیں۔'' ایڈم بغور ان کو دیکھ رہا تھا۔ سلام نے چونک کے نظریں اٹھائیں۔ پھر اس کا جبڑا بھنچ گیا۔

''ظاہر ہے میں خفا ہوں۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہم نے اپنی اولاد کو ہمیشہ حلال کا لقمہ کھلایا ہے۔ مگر اب ہم اس کو جہنم کا ایندھن بنتے دیکھ رہے ہیں تو اور کیا کریں؟''

''سر' وہ وکیل ہے' محنت کرتا ہے' اور.....'' ایڈم نے کہنا چاہا۔

''میں کم پڑھا لکھا ہوں مگر اچھی طرح جانتا ہوں کہ Clyde & Lee میں کیا محنت کی جاتی ہے۔'' وہ برہمی سے کہہ رہے تھے۔ چہرہ سرخ پڑ رہا تھا۔

''کلائیڈ اینڈ لی؟'' داتن کا منہ کھل گیا۔ گردن موڑ کے بے یقینی سے ایڈم کو دیکھا اور آنکھوں میں پوچھا۔ (وہ آدمی کلائیڈ اینڈ لی میں کام کرتا ہے؟)

ایڈم نے پلکیں جھپکائیں اور کچھ کہنے کے لئے واپس منہ موڑا ہی تھا کہ داتن اٹھ کھڑی ہوئی۔

''چونکہ آپ بات نہیں کرنا چاہتے تو ہم چلتے ہیں۔ چلو۔'' وہ ایک دم عجلت میں نظر آنے لگی۔ ایڈم نے اسے اشارہ کیا (ایک منٹ مجھے بات تو کرنے دو) مگر داتن نے طے کر لیا تھا کہ اب مزید وہاں نہیں رکنا۔

''مجھے کم از کم ان کی ناراضی کی وجہ تو پوچھنے دیتیں۔'' وہ باہر آتے ہوئے زچ سا کہہ رہا تھا۔ سڑک کنارے وہ تیز تیز چلتی جا رہی تھی۔ اس سوال پہ گھور کے اسے دیکھا۔

''تم نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ کلائیڈ اینڈ لی میں کام کرتا ہے؟''

''بتایا تھا مگر اس وقت آپ میرے اور چے تالیہ کے بارے میں گھما پھرا کے سوالات کر رہی تھیں۔ اس لیے آپ نے سنا نہیں۔''

''تمہارے ایجنسی والے دوست نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ کلائیڈ اینڈ لی کیا ہے؟''

''بتایا تھا۔ لاء فرم ہے۔ جہاں وکیل کام کرتے ہیں۔ یونو کچھ لوگ محنت مزدوری سے پیسہ کماتے ہیں کیونکہ وہ چور نہیں ہوتے۔'' اس کی رفتار سے ملتا طنز سے بولا تو داتن اس کی طرف گھومی۔ دونوں اب سڑک کے وسط میں کھڑے تھے اور ان کے اطراف میں قطار میں چھوٹے چھوٹے گھر بنے تھے۔

''کلائیڈ اینڈ لی دنیا کی چوتھی بڑی لاء فرم ہے جو آف شور فنانشل سروسز مہیا کرتی ہے۔ ہانگ کانگ ایک Taxhaven ہے۔ جانتے ہو tax haven کیا ہوتا ہے؟''

''ظاہر ہے مجھے پتہ ہے کہ....''

''مگر تم کتابیں جو نہیں پڑھتے تو تمہیں کیسے معلوم ہوگا کہ tax haven کیا ہوتا ہے۔ میں بتاتی ہوں۔'' داتن نے گھنگریالے بال کانوں کے پیچھے اڑسے اور بولنے لگی۔ وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچے رہ گیا۔

''دنیا میں کچھ ملک ایسے ہیں جو اپنے بینکوں میں پیسہ رکھوانے والوں پہ ٹیکس نہیں لگاتے یا اگر لگاتے ہیں تو بہت تھوڑا۔ اور وہ ان سے بالکل نہیں پوچھتے کہ پیسہ کہاں سے کمایا۔ بڑے اچھے اور پیارے ہوتے ہیں یہ ملک۔ کیا چور اور کیا بادشاہ' سب کا پیسہ محفوظ ہوتا ہے۔''

''جی جی....اور ہانگ کانگ....'' بنچ پہ اس کے ساتھ بیٹھتے ایڈم نے اضافہ کرنا چاہا۔

''اور ہانگ کانگ' پانامہ' cayman کے جزائر' برٹش ورجن آئی لینڈز....یہ ان ملکوں میں ٹاپ پہ ہیں۔ اب پوچھو یہ کیا کرتے ہیں۔''

''مجھے پتہ ہے یہ کیا کرتے ہیں۔ یہ تین چاند والے جزیرے ہیں جہاں لوگ اپنا خزانہ چھپاتے ہیں اور.....''

''ایک تو یہ قدیم ملاکہ والی زبان نہ بولا کرو۔ میں بتاتی ہوں۔'' وہ اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی۔''امیر لوگ پیسہ بناتے ہیں کرپشن اور دھوکہ دہی سے.....''

(جیسے مراد راجہ خزانے سے تھوڑا تھوڑا کر کے چراتا تھا۔) ایڈم نے سوچا۔

''مگر اب اس پیسے کو وہ کہاں چھپائیں؟ اپنے ملک میں رکھا اور پکڑے گئے تو حساب دینا پڑے گا۔ اس لئے وہ اس کو منتقل کر دیتے ہیں۔ پوچھو کیسے؟''

(جیسے مراد راجہ خزانے کا صندوق بھر کے تین چاند والے جزیرے پہ بھیجا کرتا تھا!) مگر تحمل سے پوچھا۔''بتایئے کیسے؟''

داتن نے فاتحانہ مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ ''منی لانڈرنگ کر کے۔ بیگز میں نوٹوں کی گڈیاں ڈال کے یہ پیاری پیاری لڑکیوں کو پکڑا دیتے ہیں جن کو ائیر پورٹ پہ چیک نہیں کیا جاتا اور پیسہ دوسرے ملک چلا جاتا ہے۔ بھئی بینک کے ذریعے بھیجا تو ٹیکس لگے گا نا۔ اور حساب الگ کہ کہاں سے آیا پیسہ۔''

''جی۔ آگے۔'' وہ ضبط سے بولا۔ وہ دونوں اب سڑک کنارے ایک بنچ پہ بیٹھ گئے۔ دھوپ تیز ہوگئی مگر داتن کی باتیں سننا ایڈم کی مجبوری تھی۔

''پھر دوسرے ملک میں ان کے آدمی پیسے ریسیو کرتے ہیں مگر اب ان کو کہاں چھپائیں؟''

''غار میں چھپا دیں اور باہر کموڈو ڈریگن کھڑا کر دیں۔ نہیں؟'' ایڈم نے معصومیت سے پوچھا۔

''یہ تمہارا قدیم ملاکہ نہیں ہے۔ ہانگ کانگ اور پانامہ جیسے ممالک بے شک نہ پوچھیں کہ پیسہ کہاں سے آیا مگر بینک میں جمع کرانے کو کوئی تو کاغذ چاہیے ہوتا ہے نا۔''

''یعنی رسمی کارروائی۔''

''ہاں۔ رسمی کارروائی کے لیے ہانگ کانگ میں لوگ آف شور کمپنی بناتے ہیں۔ مثلاً میں نے ایک آف شور کمپنی بنائی ایڈم اینڈ سنز کے نام سے۔''

''اب یہ ایڈم کے سنز کہاں سے آگئے؟'' وہ واقعی برا مان گیا۔

''سمجھو میں ہانگ کانگ میں ہوں اور ایک لڑکی بیگ بھر کے میرا ناجائز پیسہ لاتی ہے۔ میں اس کے پاس جاؤں گی اور اس کو یہ دوں گی۔ یہ چاکلیٹ کا پیکٹ۔'' اس نے پرس سے چاکلیٹ نکال کے دکھائی۔ ''چونکہ ایڈم اینڈ سنز ایک کھوکھلی کمپنی ہے (آف شور) تو اس کے پاس کوئی آفس یا کارخانہ تو ہے نہیں.... تو میں بازار سے ایک چاکلیٹ لے جاؤں گی اور کاغذ پہ معاہدہ تحریر کروں گی کہ اس لڑکی کو ایڈم اینڈ سنز نے یہ چاکلیٹ دس لاکھ ڈالرز میں بیچ دیا۔ اور پیسوں کا بیگ لے لوں گی۔ اب وہ پیسے قانوناً میرے ہو گئے۔''

''یعنی کہ آف شور کمپنی سستی سستی چیزوں کو مہنگا ظاہر کر کے بیچے گی اور لڑکی سے پیسوں کا بیگ لے کر بینک میں جمع کرائے گی اور جب بینک پوچھے گا کہ بھئی یہ پیسہ کہاں سے آیا تو وہ چاکلیٹ کی فروخت کا کاغذ دکھا دے گی۔ بینک والے بھی اندر سے دو نمبر ہیں تو وہ اس کاغذ کو تسلیم کر لیں گے ہے نا؟''

''میرے ساتھ رہ کے تم عقلمند ہوتے جا رہے ہو۔'' داتن تفاخر سے مسکرائی۔ ''لیکن آف شور کمپنی بنانا.... بینک والوں سے ڈیل کرنا.... ان سب کے لئے کوئی وکیل ہونا چاہیے تو کلائنڈ اینڈ لی ایسی ہی فرم ہے جو دنیا بھر کے امیر امیر لوگوں کو مکمل راز داری سے اپنا کلائنٹ بناتی ہے اور ان کے پیسے کو محفوظ کرواتی ہے۔''

”یعنی کلائیڈ اینڈ لی وہ کموڈو ڈریگن ہے جو مراد راجہ جیسے کرپٹ حکمرانوں کے چوری شدہ خزانے سے بھرے غار کی حفاظت کر رہا ہے۔“

”بڑی کوئی واہیات مثال دی ہے تم نے مگر خیر....“ داتن نے سر جھٹکا۔ ”کلائیڈ اینڈ لی کے وکلاء بنیادی طور پہ اپنے کرپٹ کلائنٹس کے ان پیسوں کی حفاظت پہ لگے ہیں جو وہ کالے دھندوں سے کما کے ان جزیروں میں چھپاتے جا رہے ہیں۔ اسی لئے فہمی بن سلام کے ماں باپ اس سے ناراض ہیں۔ قانونی طور پہ اس کی جاب جائز ہے مگر وہ جانتے ہیں کہ وہ حرام کام میں ملوث ہے۔ حرام حلال اولاد اور ماں باپ کے درمیان ایسی ہی آڑ بن جایا کرتا ہے۔“ آخری فقرہ آہستہ سے ادا کیا۔ نظریں بھی سامنے کو پھیر لیں۔ ایڈم نے غور نہیں کیا۔

”تو سن باؤ کے گھر سے نکلتی تار بالآخر ہمیں کلائیڈ اینڈ لی تک لے کر جا رہی ہے۔“ وہ پر جوش ہو گیا۔ مگر پھر ذرا ٹھنڈا پڑا۔ ”لیکن اس ساری معلومات اور جاسوسی کا فائدہ کیا ہوا؟“

داتن نے گہری سانس بھری اور افسوس سے اسے دیکھا۔ ”چونکہ تم ضدی اور ہٹ دھرم ہو تو میں تمہیں بتائے دیتی ہوں۔ سن باؤ کے گھر سے ہمیں تیسرے خزانے کا سراغ مل رہا ہے۔ وہ خزانہ جو دنیا کے بہت سے بادشاہوں نے ہانگ کانگ میں چھپا رکھا ہے۔ فہمی بن سلام اس کے نگہبانوں میں سے ایک ہے۔ تم قدیم ملاکہ میں وان فاتح کی مراد راجہ کے ساتھ ڈیل کی وجہ سے ایک کام نہیں کر سکے تھے۔ یاد ہے؟“

ایڈم کا سارا جسم پل بھر کو سن ہو گیا۔

”میں ملاکہ کے لوگوں کو نہیں بتا سکا تھا کہ ان کا پیسہ چوری کر کے سمندر پار جمع کیا جا رہا ہے۔ میں مراد راجہ کو اس کے عوام کے سامنے ایکسپوز نہیں کر سکا تھا۔“

”ویسے تم شکل سے اتنے خوش بخت نہیں لگتے اس لئے دل نہیں چاہ رہا یہ تسلیم کرنے کو مگر حقیقت یہی ہے لڑکے کہ تمہیں دوبارہ موقع مل گیا ہے۔ کرپٹ حکمرانوں کو بے نقاب کرنے کا۔“ ساتھ ہی داتن نے جمائی لی۔

ایڈم کے جسم کے بال کھڑے ہونے لگے۔ ساتھ ہی چہرے پہ مسکراہٹ در آئی۔ ”اور ہم فہمی بن سلام کو استعمال کر سکتے ہیں۔ جو ہمیں کرنا آتا ہے وہ ہماری جان بچاتا رہے گا۔“

”تمہارا تو علم نہیں مگر مجھے بہت کچھ کرنا آتا ہے۔“ کنکھیوں سے اس کے چہرے کو دیکھا اور سرسری سا بولی۔ ”خیر تو تم صبح کہہ رہے تھے کہ تم تالیہ کو پسند کرتے ہو؟ کب سے؟“

ایڈم جو اپنے خیالوں میں تھا، پہلے چونکا پھر خفگی سے اسے گھورا۔ ”ہمیں فی الحال فہمی سے نپٹنے کا پلان بنانا ہے۔ چلیں اٹھیں۔“

”شیور ایڈم۔ مگر یہ موضوع ابھی ختم نہیں ہوا۔“ داتن تفاخر سے مسکراتی اٹھی اور چھتری کھول لی۔ ملاکہ کے آسمان پہ سیاہ بادل اکٹھے ہو رہے تھے اور بارش برسنے کو تھی۔

☆......☆......☆

ہوٹل کے اس روشنیوں سے منور ہال میں اسٹیج بنا تھا جس پہ رکھے ڈائس کے پیچھے ایمان موسیٰ کھڑی تھی۔ سامنے قطار در قطار کرسیوں پہ رپورٹرز بیٹھے تھے اور ان کے پیچھے کیمرہ مین اپنے کیمروں کے اسٹینڈز کھڑے کیے اس پریس کانفرنس کی عکس بندی کر رہے تھے۔ فلیش چمک رہے تھے اور دھڑا دھڑ اتصاویر اتاری جا رہی تھیں۔

ایمان چہرے کے گرد اسکارف لپیٹے' لمبی اسکرٹ پہ سیاہ کوٹ پہنے' سپاٹ تاثرات اور خوبصورت موٹی آنکھوں والی نوجوان لڑکی تھی جو سپاٹ انداز میں مائیک میں کہہ رہی تھی۔

''ادیب بن سوت نے مجھے متعدد مقامات پہ ہراس کیا۔ وہ ایک بدکردار انسان ہیں جن کی اصلیت میں ان کے ووٹرز کو ......ووٹرز کو بتانا چاہتی ہوں۔'' بے تحاشا کیمروں کو دیکھتی اس کی آواز کبھی کبھی لڑکھڑا جاتی لیکن پھر سے سنبھل جاتی۔

اپنے آفس میں بیٹھی صوفیہ رحمٰن نے ناپسندیدگی سے ٹی وی اسکرین پہ دکھائی دیتی ایمان کو دیکھا۔

''تم لوگ اس کو ریہرسل تو کروا دیتے۔ یہ تو خود کنفیوژ لگ رہی ہے۔''

''میم آپ نے کہا تھا کہ ہمیں آج ہی جوابی اٹیک کرنا ہے تو ایسے میں جلدی میں جو لڑکی ملی ہم نے اسے تیار کر دیا۔ اگر زیادہ وقت لگاتے تو میڈیا والے کہتے کہ وہ اتنے دن بعد کیوں بولی اور....''

''اچھا۔ خاموش۔'' ٹیک لگائے بیٹھی صوفیہ نے انگوٹھیوں والا ہاتھ اٹھایا تو چیف آف اسٹاف چپ ہو گیا۔

''میرے پاس اس ہراس منٹ کے ثبوت ہیں اور اگر ادیب میرا سامنا کریں تو میں ثابت کر سکتی ہوں کہ وہ کس طرح مجھے ہراس کرتے تھے۔''

ایمان بار بار تھوک نگلتی اور خود کو مضبوط کرتی۔ صحافی ہر فقرے کے آخر میں سوال در سوال پوچھنے لگتے مگر وہ رٹا رٹایا سبق دہرائے جا رہی تھی۔ ''ادیب نے مجھے ہراس کیا اور میں یہاں ان عورتوں کی آواز بن کے نکلی ہوں جو آفس میں ہر روز ہراس منٹ کا نشانہ بنتی ہیں۔''

سامنے دوسری قطار میں ہیٹ چہرے کے آگے کیے بیٹھی تالیہ اٹھی اور ہیٹ اوپر اٹھایا یوں کہ اس کا مسکراتا چہرہ سامنے آیا۔

''میرا بھی ایک سوال ہے۔'' تالیہ مراد ساری توانائی لگا کے اونچا سا بولی تو دوسرے رپورٹرز بھی ''میرا سوال.... سنیں مس ایمان ....'' وغیرہ کہنے لگے مگر ڈائس کے پیچھے کھڑی ایمان کی نظر تالیہ پہ جمی تو آنکھیں پھیلیں' پھر گال سرخ ہوئے۔

''غیر ضروری لوگ یہاں کس نے مدعو کیے ہیں؟ میری آواز کو دبانے کی کوشش نہ کی جائے تو بہتر ہے۔'' ہاتھ اٹھا کے سختی سے بولی۔

''کوٹ.... آپ کے کوٹ کا پوچھ رہی ہوں ایمان۔ یہ کہاں سے لیا آپ نے؟'' وہ کرسیوں کی قطار کے درمیان سے نکلی اور اسٹیج کے عین سامنے جا کھڑی ہوئی پھر اونچا سا دہرایا۔ ''یہ Chanel کا پانچ ہزار رنگٹ کا کوٹ کہاں سے لیا آپ نے؟''

رپورٹرز اب مڑ مڑ کے دلچسپی سے اسے دیکھنے لگے تھے۔ دوسرے لوگوں نے سوال بند کر دیے۔ کیمرہ مین دھڑا دھڑ اسٹیج کے

سامنے کھڑی لڑکی کی تصاویر اتارنے لگے جس کے پیچھے اس کے تینوں اسٹافرز بھی آ کھڑے ہوئے تھے۔

''ادیب بن سوت نے میرے بار بار منع کرنے کے باوجود مجھے ہراساں کیا۔ میں نے کہا کہ وہ باز آ جائیں مگر.....'' ایمان ان کو نظر انداز کر کے بولنے لگی مگر وہ میڈیا کی اتنی توجہ کے لئے تیار نہیں تھی' اس کا اعتماد لڑکھڑا رہا تھا۔

''جن لوگوں نے آپ کی پریس کانفرنس پہ پیسہ لگایا ہے' انہوں نے آپ کو یہ کوٹ گفٹ کیا ہے نا؟ کیونکہ آپ کی تنخواہ سے تو یہ خریدا ہی نہیں جا سکتا۔ جواب دینا پسند کریں گی آپ؟''

ہال میں خاموشی تھی اور دلچسپی سے ان دونوں کے مناظرے کو ریکارڈ کرنے میں لگے تھے۔

دفعتاً سنہری بالوں پہ ہیٹ پہنے کھڑی باریسن نیشنل کی تالیہ نے ایمان کو گھورتے ہوئے اپنے عقب میں اشارہ کیا۔'' یہ منیر الکلام ہے.... اس کو ہراس کرنے کی وجہ سے اشعر صاحب کی ریکمنڈیشن پہ میں نے آپ کو نوکری سے نکالا تھا۔ یاد آیا؟''

ایمان نے کچھ کہنا چاہا مگر وہ کنفیوز ڈ ہو کے چپ ہو گئی۔ ہال میں سرگوشیاں بلند ہوئیں۔ دلچسپی بڑھی۔ سب نے چپ سادھ لی۔

تالیہ کا چہرہ فلیش لائیٹس میں دمک رہا تھا اور ابرو بھنچے وہ زور سے کہہ رہی تھی۔

''آپ تو کبھی میرے پاس ادیب صاحب کی شکایت لے کر نہیں آئیں البتہ میں نے آپ کو تین دفعہ وارننگ دی اور پھر جب آپ مسلسل منیر سے غیر اخلاقی رویہ اپنائے رہیں تو میں نے آپ کو ٹرمینیٹ کیا۔''

''آپ نے مجھے اس بات پہ ٹرمینیٹ نہیں کیا تھا۔'' وہ سرخ بھبھوکا چہرے سے غصے سے بولی۔

''یہ آپ کے ٹرمینیشن لیٹر کی کاپی ہے۔'' اس نے ایک کاغذ کھول کے لہرایا۔'' اس میں وجہ ہراس منٹ لکھی ہے۔ سب دیکھ سکتے ہیں۔'' اس نے لیٹر ایک رپورٹر کی طرف بے نیازی سے ڈالا اور مڑ کے منیر کو اشارہ کیا۔ جہاں رپورٹرز نے فوراً سے لیٹر کو دیکھنے لگے وہاں منیر متذبذب پریشان سا کھڑا تھا۔

''مجھ سے نہیں ہو گا۔'' زیرِ لب منت کی۔

''اُف منیر..... بولو..... کچھ تو بولو۔'' اس نے پلٹ کے اسے گھورا۔ منیر نے تھوک نگلا۔

''چ..... چ تالیہ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' مزید نہیں بولا گیا۔ (اس کے گھر والے' دوست' بیوی' اُف.... وہ سب کیا سوچیں گے؟ کتنی شرم کی بات ہے!)

وہ چپ ہو گیا تو تالیہ نے جلدی سے بات آگے بڑھائی۔

''کیا مرد کی کوئی عزت نہیں ہوتی؟ کیا ہم ایمان کی حرکتوں کو نظر انداز کر دیتے اس لیے کہ وہ عورت ہے؟ ٹھیک ہے۔ ہم ایمان موسیٰ جیسے نہیں ہیں جو عزتیں چوراہوں پہ اچھالیں۔ ہم باوقار لوگ ہیں مگر یہاں صرف یہ بتانے آئے ہیں کہ اس خاتون اور ان کو استعمال

کرنے والی حکومتی پارٹی کو یہ جان لینا چاہیے کہ بی این کا سارا اسٹاف متحد ہے اور وہ ہم پہ یوں کیچڑ نہیں اچھال سکتے۔'' وہ پرعزم انداز میں با آواز بلند کہہ رہی تھی۔ ساتھ ہی آہستہ سے سرگوشی کی۔ ''منیر..... کچھ تو بولو۔''

''یہ جھوٹ بول رہی ہیں۔'' ایمان کو منیر کی خاموشی سے حوصلہ ہوا تو جلدی سے کہنے لگی۔ ''یہ ادیب صاحب کو بچانے کے لیے الزام لگا رہی ہیں۔ ادیب صاحب نے مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا کہ میری جاب چھوٹ گئی۔''

''کیا ثبوت ہے آپ کے پاس ایمان صاحبہ؟'' ایک سینئر صحافی نے سوال پوچھا۔

''بھئی ہراس منٹ کے خلاف نکلنے والی لڑکیوں اور لڑکوں کے پاس عموماً نازیبا ٹیکسٹ ہوتے ہیں' تصاویر یا ای میلز ہوتی ہی ہیں۔ آپ کے پاس ہے کچھ؟'' دوسرے نے تائید کی۔

''ای میلز..... ای میلز ہیں میرے پاس۔'' ایمان جلدی سے بولی۔ پھر تھوک نگلا۔ پھر ڈائس پہ رکھے اپنے فون کو دیکھا۔ رپورٹرز کی نظریں بھی وہیں اٹھیں۔

''ایمان صاحبہ آپ ہمیں وہ ای میلز دکھا سکتی ہیں؟'' رپورٹرز کی تکرار سنائی دی۔

''وہ.....'' (اٹکی) ''وہ میرے دوسرے فون میں ہیں اور.....''

''میرے پاس بھی تمام ای میلز ہیں۔'' تالیہ کے پیچھے کھڑا منیر ایک دم بلند سا بولا تو رپورٹرز تو ایک طرف' وہ خود پوری ایڑھیوں پہ گھومی۔ منیر کی گردن اٹھی تھی اور ابرو خفگی سے بھنچے تھے۔

''یہ کس طرح کہہ سکتی ہیں کہ یہ مجھے نہیں جانتیں؟ یہ جن باتوں کا الزام ادیب صاحب پہ لگا رہی ہیں' وہ سب تو یہ میرے ساتھ کرتی رہی ہیں۔ ساری ای میلز میرے پاس ہیں۔ ان کے آفس کے ای میل آئی ڈی سے بھی ہیں۔ میں ای میل ہیڈرز تک دکھا سکتا ہوں۔'' وہ سرخ چہرے سے کہہ رہا تھا۔

رپورٹرز کے کیمروں اور مائیکس کا رخ اب منیر کی طرف مڑ گیا۔ لوگ جگہوں سے اٹھ اٹھ کے ان کے گرد گھیرا ڈالنے لگے۔ وہ اب تالیہ اور منیر سے تابڑ توڑ سوال پوچھ رہے تھے۔ ڈائس پہ بے بس سی کھڑی ایمان تنہا رہ گئی تھی۔

''مطلب یہ کس طرح جھوٹ بول سکتی ہیں۔ میں ابھی دکھاتا ہوں ای میلز۔''

لال چہرے کے ساتھ حیران سے منیر نے اپنا فون نکالا اور اسکرین ان رپورٹرز کو دکھانے لگا۔ ایمان کے اسے پہچاننے سے انکار نے منیر کی ساری کم اعتمادی ہوا کر دی تھی۔

ٹی وی اسکرین پہ یہ منظر وان فاتح نے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

وہ اس وقت ادیب کے لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھا تھا اور ہاتھ میں کافی کا مگ تھا۔ ادیب مقابل صوفے پہ براجمان تھا اور اس کی

بیوی لیزا ٹرالی سے کیک نکال کے اس کو پلیٹ میں منتقل کر رہی تھی۔ وہ اسکارف اوڑھنے والی نمکین نقوش کی حامل پرسکون سی عورت تھی جسے اس سارے کرائسز سے ذرہ بھی فرق نہیں پڑا تھا۔

''فاتح... تمہاری چیف آف اسٹاف نے تو اس لڑکی کی ساری پریسر خراب کر دی ہے۔'' ادیب خوشگوار حیرت سے بولا تو وہ مسکرایا۔ اور گھونٹ بھرا۔

''تالیہ بہت قابل ہے۔'' پھر چہرہ گھما کے مسز لیزا کو دیکھا۔ ''امید ہے آپ بہتر محسوس کر رہی ہوں گی۔''

''آف کورس' فاتح آبنگ۔'' وہ اپنا کپ اٹھاتے ہوئے واپس صوفے پہ بیٹھی اور مسکرا کے بولی۔ ''یہ نہ بھی ہوتا تو بھی مجھے ادیب پہ پورا یقین تھا۔ ہم ایک عرصے سے سیاست میں ہیں۔ اس طرح کے الزامات سے نہیں گھبراتے۔''

فاتح نے خاموشی سے مسکرا کے اسے دیکھا اور کافی پینے لگا۔ اس کے بیٹے کی آواز آئی تو وہ معذرت کرتی اٹھ گئی۔

''بہت سپورٹ کرنے والی بیوی ہے تمہاری۔'' وہ ستائشی انداز میں کہے بغیر نہ رہ سکا تو ادیب نرمی سے مسکرایا۔

''کیونکہ ہم ایک دوسرے سے ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ جھوٹ جب بھی کسی دو لوگوں کے درمیان آتا ہے تو ان کے رشتے کو زنگ آلود کر دیتا ہے۔ لیزا اور میں نے کبھی جھوٹ کو اپنے درمیان نہیں آنے دیا۔ اور دیکھو اللہ نے کتنی برکت ڈالی ہمارے رشتے میں۔'' اس کا چہرہ مطمئن اور نرمی لئے ہوئے تھا۔

فاتح زخمی سا مسکرا دیا۔

اسے سرسبز پہاڑوں میں خاموشی سے دفن کی گئی آریانہ یاد آئی۔ شاید یہی جھوٹ تھا جو عصرہ اور اس کے درمیان آ گیا تھا۔

شام کو وہ آفس واپس آیا تو چپ چپ سا تھا۔ اپنے کمرے میں کھڑا میز کے دراز سے کچھ نکال رہا تھا جب دروازہ دستک کے ساتھ کھلا اور تالیہ نے مسکراتے ہوئے اندر جھانکا۔

''پریسر دیکھا آپ نے سر؟''

وہ چہرہ جھکائے مطلوبہ شے تلاشتا مسکرایا۔ ''ہاں۔ ویل ڈن۔ تم نے ایک سیاہ رنگ کا لفافہ دیکھا ہے؟ صبح یہیں رکھا تھا میں نے۔''

تالیہ کی مسکراہٹ سمٹی۔ دل بجھ سا گیا۔

''نہیں سر۔'' اندر آئی اور غور سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ ''آپ کو دیر ہو گئی واپسی پہ؟''

''ہاں میں ادیب اور اس کی بیوی سے ملنے ان کے گھر چلا گیا تھا۔ وہ دونوں آپس میں خوش تھے اور انہیں ایمان والے مسئلے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا تو میں واپس آ گیا۔'' الفاظ میں تلخی سی تھی جو اس نے پہلی دفعہ محسوس کی تھی۔ وہ مسلسل سر جھکائے کچھ تلاش کر رہا تھا۔

''ان کی وائف بہت سپورٹیو ہیں۔ آئیڈیل سیاسی بیوی۔'' وہ غور سے اس کا بجھا چہرہ دیکھتی قدم قدم چلتی قریب آئی۔ ''اور آپ کو

شاید یہ محسوس ہوا کہ آپ کی وائف اتنی سپورٹیو نہیں ہیں۔"

فاتح نے بری طرح چونک کے سر اٹھایا۔"واٹ؟"

"میں آپ کو اچھی طرح جانتی ہوں سر۔ آپ کے دل کا حال چہرے پہ آ جاتا ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ عصرہ بہت اچھی بیوی ہے۔" اسے برا لگا تو فوراً یہ تاثر رد کیا۔

"وہ تو اچھی ہیں مگر آپ بھی اتنے اچھے ہیں یا نہیں؟" اس نے سینے پہ بازو لپیٹ لئے اور سادگی سے فاتح کو دیکھا۔

آفس نیم روشن تھا۔ وہ دونوں میز کے اطراف میں آمنے سامنے کھڑے تھے اور اوپر لٹکتا ایک سفید بلب روشن تھا۔

"میرا نہیں خیال کہ میں برا شوہر ہوں۔" اس کے ابرو تن گئے۔ اسے یہ بات ناگوار گزری تھی۔

"تو پھر آپ کے اور آپ کی بیوی کے درمیان کیا چیز آ گئی ہے۔"

"کیا آ سکتا ہے؟ میں مصروف رہتا ہوں اور....."

"اور ان پاپ کارن کا کیا؟" سادگی سے شانے اچکائے۔ نظریں فاتح پہ جمی تھیں۔ وہ بالکل ٹھہر گیا۔ گردن کے بال کھڑے ہو گئے۔

"مطلب؟"

"میں نے آپ پہ 'اوپو ریسرچ' کی تھی' سر۔"

فاتح کا چہرہ سرخ ہوا۔

"واٹ؟ کس سے پوچھ کے؟ میری اجازت کے بغیر....."

"کیا صوفیہ صاحبہ آپ کی اجازت لیتی ہیں؟ نہیں نا؟ تو مجھے بھی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اگر مجھے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ نے آریانہ کو اس چیئر لفٹ کے نیچے پہاڑوں میں دفنایا تھا اور اس کے خون آلودہ پاپ کارن والٹ میں رکھ لئے تھے تو کسی کو بھی ہو سکتا ہے۔"

اس کا ایک ہاتھ دراز میں تھا' اور وہ سیدھا کھڑا بس یک ٹک تالیہ کو دیکھ رہا تھا۔ گویا برف کا مجسمہ ہو کوئی۔ کتنے ہی لمحے ششدر سے گزر گئے۔

"تمہیں کیسے....." اس سے تردید بھی نہیں ہوئی۔

"آپ کے اور آپ کی بیوی کے درمیان شاید یہی جھوٹ آ گیا ہے' سر۔ آپ مجھے اور باقی سب کو تو سچائی کے درس دیتے ہیں' مگر خود آپ اتنا بڑا سچ عصرہ سے کیسے چھپا سکتے ہیں؟ وہ تو اچھی بیوی ہیں مگر آپ اچھے شوہر ہیں کیا؟"

وہ آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے' بے یقینی اور تعجب سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ "تمہیں پتہ ہے تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"جی سر۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آریانہ آپ کی بیٹی نہیں تھی' اور اس سے پہلے کہ آپ کے دشمن ان حقائق کو آپ کے خلاف

استعمال کریں، آپ کو انہیں خود فیس کر لینا چاہیے۔'' جراءت مندی سے وہ کہہ تو گئی مگر پھر دیکھا۔ فاتح کا چہرہ سرخ پڑنے لگا ہے۔ اس کا جبڑا بھنچ گیا ہے۔

''ہاؤ ڈئیر یو۔''

''میں صرف آپ کو ان لوگوں سے بچانا چاہتی ہوں سر۔''

''گیٹ آؤٹ۔'' بازو دروازے کی طرف لمبا کر کے غرایا۔ ''آؤٹ۔ ناؤ۔''

''جا رہی ہوں، جا رہی ہوں!'' وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی چیز اٹھا کے دے مارے۔

وہ چلی گئی تو وہ کمرے میں تنہا رہ گیا۔

اسی طرح ساکت و جامد کھڑا... شاک، غصے اور بے بسی سے اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ رنگت متغیر ہو رہی تھی۔

وان فاتح کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان چند لمحوں میں وہ کیا کیا کہہ کے چلی گئی تھی۔

جو راز اس نے خود سے بھی اونچی آواز میں نہیں کہا تھا، وہ اس کی چیف آف اسٹاف اسے سنا کے چلی گئی تھی۔

☆......☆......☆

وہ باہر بیٹھی تھی جب فاتح آفس سے نکلا اور اسے نظر انداز کر کے سیدھا آگے بڑھتا گیا۔ وہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ (ایسے ہے تو پھر ایسے سہی۔) وہ لفٹ تک پہنچا تھا جب ڈیلیوری بوائے آیا اور اسے ایک لفافہ تھمایا۔ فاتح نے خاموشی سے اسے پکڑ لیا اور لفٹ میں سوار ہو گیا۔ اس کے سنجیدہ تاثرات اور غصیلی آنکھیں دیکھ کے ارد گرد کسی نے اس سے بات کرنے کی ہمت نہیں کی۔

کار کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھے گھر کے راستے میں اس نے لفافہ کھولا اور اندر سے کاغذات نکالے۔ وہ حالم کی لکھی رپورٹ تھی۔ اس کے مطابق اس رات فاتح کے ساتھ کچھ خاص نہیں ہوا تھا۔ چوری کے واقعے کے بعد وہ پولیس اسٹیشن گیا اور واپس آ کے سو گیا۔ بس۔ بات ختم۔

اس نے بے زاری سے کاغذ اندر ڈالے اور پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ غصہ، بے بسی، کوفت، بہت سے جذبات نے اکٹھے حملہ کر دیا تھا۔ جبڑے کو بھنچے وہ بالکل چپ تھا۔

گھر آیا تو عصرہ لاؤنج میں ہی بیٹھی تھی۔ اسے دیکھ کے نظر اٹھائی، سلام کیا اور واپس اپنے فون کو دیکھنے لگی۔ وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے اسے رک کے دیکھنے لگا۔

ان کے درمیان کیا آ گیا تھا؟ اتنے سالوں کی بے برکتی کیا اس ایک جھوٹ کی وجہ سے تھی؟ مگر نہیں، وہ عصرہ کو تکلیف سے بچانے کے لئے کر رہا تھا وہ سب۔ اس کی نیت درست تھی۔ اسے تالیہ کی بے وقوفانہ باتوں پہ دھیان نہیں دینا چاہیے تھا۔

بے زاری سے سر جھٹک کے وہ کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ آفس سے گیا تو جیسے سارے میں اداسی چھا گئی۔ وہ میز پہ گال رکھے اداس سی بیٹھی تھی جب فریدہ بھاگتی بھاگتی آئی۔ آہٹ پہ اس نے سر اٹھایا۔

''چے تالیہ.....آپ یہاں کیا بیٹھی ہیں؟ سب کانفرنس روم میں جمع ہیں۔'' وہ چہک رہی تھی۔ ''ایمان بے چاری کھسیانی بلی کی طرح ٹوئیٹس کر رہی ہے اور سب اس پہ مل کے ہنس رہے ہیں۔ آئیں نا۔''

تالیہ مسکرا دی۔ ''ایمان والا باب ابھی ختم نہیں ہوا۔ یاد رکھنا وہ دوبارہ حملہ کرے گی۔''

''تو آپ ہیں نا۔ آپ اس سے نپٹ لیں گی۔ ہمیں تو ہنسنے دیں۔'' وہ مزے سے بولی اور اسے دوبارہ آنے کی تاکید کرتی آگے بھاگ گئی۔

''صبح یہ آپ کو Evil Queen سمجھتی تھی اور اب سارا اسٹاف آپ کی عزت کرنے لگا ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے' چے تالیہ۔'' اشعر جانے کب وہاں آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ اس کی آواز پہ چونکی تو دیکھا' وہ چوکھٹ میں کھڑا جیبوں میں ہاتھ ڈالے مسکرا رہا تھا۔

تالیہ کرسی پہ پیچھے کو ٹیک لگاتے مسکرائی۔ ''عزت کمانی پڑتی ہے۔''

''آج آپ نے بہت اچھا کام کیا' تالیہ۔ سوری میں صبح غصے میں آپ کو غلط سمجھ گیا تھا۔'' وہ معذرت کر رہا تھا۔ وہ بس اداسی سے مسکرائے گئی۔ (یہ الفاظ وان فاتح بھی کہہ سکتا تھا مگر نہیں....اسے عصرہ کی زیادہ فکر تھی۔)

''اور یہ مسئلہ آپ کی وجہ سے نہیں ہوا۔'' اشعر اعتراف کرتا قریب آیا۔ ''میں نے آبنگ کو غلط مشورہ دیا کہ صوفیہ کو پبلک میں آریانہ کا ذمہ دار ٹھہرائیں۔ میں ہمدردی کا ووٹ لینا چاہتا تھا مگر یہ پلان بیک فائر کر گیا۔''

''اگر آپ مجھ سے مشورہ کرتے تو میں آپ کو منع کر دیتی۔ آریانہ کے واقعے کو استعمال کرنے کے دوسرے طریقے بھی ہیں۔''

''بہرحال....'' ایش نے گہری سانس بھری۔ ''منیر کے بیوی بچے اس کا یوں نام اچھلنے سے ڈسٹرب ہوئے ہوں گے۔''

''ہاں مگر ہم سیاسی لوگ ہیں۔ ہمیں اسے ہراسمنٹ وکٹم بنانا تھا۔ پارٹی کی عزت کے لئے کسی کو تو قربانی دینی تھی۔'' اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

اشعر ہلکا سا مسکرایا۔ ''آپ پارٹی سے وفادار ہیں۔ یہ دیکھ کے اچھا لگا۔''

وہ واپس اپنے آفس تک آیا تو رملی بتیاں بجھا رہا تھا۔ اشعر نے فون اٹھاتے ہوئے رک کے اس سے پوچھا۔

''عثمان کی ملاقات کیسی گئی تھی صوفیہ صاحبہ سے؟''

''اس کا کہنا تھا کہ وزیراعظم کو تالیہ مراد میں دلچسپی پیدا ہوئی تھی۔ یعنی وہ اس کو مشکوک گردان کے اس کی فائل کھلوائیں گی۔ امید ہے جلد چے تالیہ ڈس کریڈٹ ہو کے اس آفس سے رخصت ہو جائیں گی۔''

اشعر کا چہرہ بجھا۔ ہلکا سا ''ہوں'' کہہ کے آگے بڑھا تو رملی نے چونک کے اسے دیکھا۔

''سر.....آپ پچھتا رہے ہیں۔''

''نہیں تو۔'' وہ جلدی سے بولا' ساتھ ہی ناک سے مکھی اڑائی۔ ''وہ جتنا تیز اڑ رہی ہے' اس کے ساتھ یہی ہونا تھا۔ اور اگر وہ چلی جائے تو مجھے میری جگہ واپس مل جائے گی۔ فاتح آبنگ کا کیمپیئن مینیجر ہمیشہ سے میں رہا ہوں۔''

''سر میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ پچھتا رہے ہیں۔'' رملی پریشان ہوا۔

اشعر نے گہری سانس بھری اور اپنی چیزیں سمیٹیں پھر آفس کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ''نہیں.....بس.....یہ سوچ رہا تھا کہ.....وہ پارٹی سے وفادار ہے اور ایسے لوگ قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔'' پھر خود کو تسلی دی۔ ''مگر خیر.....شاید صوفیہ رحمٰن کو اس کے خلاف کچھ نہ ملے۔''

خود کو تسلی دی اور باہر نکل گیا۔ رملی گومگوں سا پیچھے آیا۔

اسے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ اشعر پچھتا رہا ہے۔ اب وہ تالیہ کو کھونا نہیں چاہتا۔ انہوں نے جلد بازی میں غلطی کر دی شاید!

☆......☆......☆

صبح ڈائننگ روم کی کھڑکیوں پہ نکھری نکھری سی دستک دے رہی تھی۔ جالی دار پردے ہٹے تھے اور روشنی نے سارے ہال کو منور کر رکھا تھا۔ ناشتے کی میز کی سربراہی کرسی پہ فاتح بیٹھا توس پہ مکھن لگا رہا تھا۔ سفید کلف لگی شرٹ اور ٹائی میں ملبوس' وہ آفس کے لئے تیار تھا۔ ذرا کی ذرا نظر اٹھا کے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اس کی کار کے ساتھ صرف گارڈز اور ڈرائیور کھڑے تھے۔ آج تالیہ نہیں آئی تھی البتہ ڈرائیور قمر جس کو اس نے اپنی ترقی کے بعد فاتح کا آدھا باڈی مین بھی بنا دیا تھا' وہاں موجود تھا۔

''ڈیڈ.....'' بائیں ہاتھ بیٹھے سکندر نے سر اٹھا کے اچانک سے کہا تو مقابل بیٹھی عصرہ بھی رک کے دیکھنے لگی۔ جولیانہ نے بھی سر اٹھایا اور بھائی کو دیکھا۔ وہ کم کم بولتا تھا اور آج صبح ہی صبح شروع ہو گیا تھا۔

''ادیب سوت کا بیٹا فاران سوت میری کلاس میں پڑھتا ہے۔''

''میں جانتا ہوں' بیٹا!'' وہ مکھن کو چھری سے توس پہ پھیلا رہا تھا۔

''وہ بہت اپ سیٹ ہے ان خبروں سے۔ میں کیا کروں؟''

''جب دوست اپ سیٹ ہو تو اس کو نصیحت نہیں کرتے نہ حقیقت پسندانہ تجزیے دیتے ہیں۔''

''پھر کیا کرتے ہیں؟''

''بس خاموشی سے اس کو سن لیتے ہیں' تا کہ اس کا دل ہلکا ہو جائے۔ کسی کا دل ہلکا کرنا ایک آرٹ ہے اور تمہیں وہ سیکھنا چاہیے' سکندر!''

سکندر نے ناسمجھی سے بس سر ہلا دیا۔ ناشتہ ختم ہوا تو دونوں بچے اٹھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد عصرہ بھی اٹھنے لگی تو وہ جگ سے تربوز کا شربت گلاس میں انڈیلتے ہوئے بولا۔

''ہمارے درمیان کیا آ گیا ہے عصرہ؟''

لہجے میں اداسی تھی۔ وہ اٹھتے اٹھتے بیٹھ گئی اور حیرت سے اسے دیکھا۔ ڈھیلے جوڑے میں بال باندھے' وہ کندھوں کے گرد شال لپیٹے' سادہ اور حیران سی لگ رہی تھی۔ ''کیا مطلب؟''

فاتح نے اداس مسکراہٹ سے اسے دیکھا اور گھونٹ بھرا۔

''ہمارے درمیان اتنے فاصلے کیوں آ گئے ہیں؟ ہم ایک کمرے میں نہیں رہتے' ایک میز پہ ہوں تو بات کرنا بھول جاتے ہیں۔''

''ویل.... تمہیں لیٹ نائٹ کام کرنا ہوتا تھا اس لئے میں دوسرے کمرے میں شفٹ ہو گئی تھی اور....'' پھر آنکھیں سکوڑیں۔ ''کچھ ہوا ہے کیا؟''

''کیا میں برا شوہر ہوں؟'' اس کی آواز میں تکلیف تھی۔

عصرہ دم بخود رہ گئی۔ پھر اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

''نہیں فاتح.... میں تلخ ہو جاتی ہوں' لڑ پڑتی ہوں مگر سب ایسے ہی لڑتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم برے ہو۔''

''میں تمہیں بالکل وقت نہیں دے پاتا۔'' وہ اداس سا لگتا تھا۔ جیسے اندر سے ڈسٹرب ہو۔ ''ہم ایک زمانے میں لمبی واک پہ جایا کرتے تھے' یاد ہے؟ ہم کتنے عرصے سے ساتھ نہیں چلے۔''

وہ ہلکا سا مسکرائی اور تھوڑی تلے ہتھیلی رکھے اسے دلچسپی سے دیکھنے لگی۔

''تمہارے فینز جو پہنچ جاتے ہیں ہر جگہ۔ کیا کریں۔''

فاتح ہنس دیا۔ ''ہمیں اپنے لئے وقت نکالنا چاہیے۔ ہمارا رشتہ زنگ آلود ہو رہا ہے۔''

''میرے پاس وقت ہی وقت ہے۔ تم نکالو تو بات بنے نا۔''

''اوکے۔'' اس نے شکست تسلیم کرتے ہوئے سر ہلایا۔ ''سارے قصور میرے۔ اس لیے مداوا بھی مجھے کرنا ہو گا۔ آج لنچ بریک میں ہم لمبی واک پہ چلتے ہیں۔ میں تمہیں جگہ ٹیکسٹ کر دوں گا۔ اور آج ہم سیاست یا کام کی بالکل بات نہیں کریں گے۔''

عصرہ مسکرا دی۔ ''اتنے عرصے بعد تم پرانے فاتح لگے ہو۔ یہ خیال کیسے آیا۔''

''تالیہ.... اس نے مجھے احساس دلایا کہ میں ایک برا شوہر ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا تو عصرہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

''کیا مطلب؟''

''اس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے ملائیشیا کو بہتر بنانے سے پہلے اپنے گھر کو بہتر بنانا ہوگا۔شاید وہ درست کہتی ہے کہ میں برا شوہر ہوں اور تم اچھی بیوی ہو۔''

عصرہ ہلکا سا مسکرائی۔''چلو کسی نے تو تمہیں احساس دلایا۔اور ثابت ہوا کہ تالیہ کے بارے میں میرا پہلا اندازہ درست تھا۔وہ اچھی لڑکی ہے اور ہمارے لئے مثبت تبدیلی لائے گی۔''

''بولتی بہت ہے مگر۔'' وہ ہلکا سا ہنس دیا تو عصرہ نے بھی ہنس کے سر جھٹکا۔

''میں لمبی واک کا انتظار کروں گی۔''

وہ موبائل اور کوٹ اٹھائے جا رہا تھا جب عصرہ نے پیچھے سے پکار کے یاد دہانی کروائی۔

اب وہ بہتر محسوس کر رہا تھا۔

☆......☆......☆

تالیہ نے اس کو دوپہر تک اپنی شکل نہیں دکھائی۔وہ چند میٹنگز میں مصروف رہا' البتہ لاشعوری طور پہ اس کا منتظر تھا۔پھر دوپہر میں جب وہ آفس میں دو تین فائلز سامنے کھولے بیٹھا تھا' دروازے پہ وہ مخصوص دستک ہوئی جو وہ انگوٹھی کے سرخ نگینے سے کرتی تھی۔فاتح زیرلب مسکرا دیا۔

دھیرے سے دروازہ کھولا۔وہ سر جھکائے کام کرتا رہا۔قدموں کی چاپ قریب آئی اور پھر خفا خفا سی آواز۔

''آپ کی آج کی میٹنگز کا شیڈیول تیار کر دیا ہے' سر۔آپ اس کو اپروو کر دیں تو میں.....''

''سٹ ڈاؤن!'' فائل پڑھتے ہوئے انگلی سے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو اس کی بولتی بند ہوئی۔پھر کرسی کھینچنے کی آواز آئی۔چند لمحے خاموشی کی نذر ہوئے۔پھر فاتح نے فائل بند کی اور چہرہ اٹھایا۔

وہ سیاہ کوٹ اور اسکرٹ میں ملبوس تھی۔بیچ کی مانگ نکال کے سنہری بالوں کا جوڑا بنائے' اس کی سیاہ آنکھیں ناراض لگتی تھیں۔

''سر آپ ان انٹرویوز کی لسٹ کو دیکھ کے بتا دیں کہ....''

''جو تم نے کل کہا' کوئی اور کہتا تو میں اسے نوکری سے فارغ کر چکا ہوتا۔''

پیچھے کو ٹیک لگاتے وہ سنجیدگی سے شروع ہوا تو تالیہ کی پیشانی پہ سلوٹیں پڑیں۔

''سچ بولنا جرم ہے کیا؟''

''سچ اور کسی کی زندگی میں انٹرفیئر کرنے میں فرق ہوتا ہے۔''

''آپ ''کسی'' نہیں ہیں۔میں آپ کی کیمپین مینیجر ہوں اور آپ اس لحاظ سے میرے کلائنٹ ہیں۔ہمارے کانٹریکٹ کے کلاز

بی فائیو کے تحت میں آپ کو زندگی کے ہر اس پہلو پہ مشورہ دینے کی جراءت رکھتی ہوں جو آپ کے الیکشن کے لئے فائدہ مند ہو۔"

"واللہ میں نے یہ کانٹریکٹ بغیر پڑھے سائن کیا تھا۔" سادگی سے شانے اچکائے۔

"کانٹریکٹ کی بجائے آپ کو کیمپئین رولز پڑھنے چاہیے ہیں' سر۔ آپ جانتے ہیں عوام کو کیا پسند ہوتا ہے؟" وہ خفگی سے کہتی آگے کو جھکی اور تیز تیز بولنے لگی۔ "ایک فیملی مین لیڈر جس کی ہنستی مسکراتی بیوی' دو بچے اور ایک پالتو جانور اس کے ساتھ خوش باش نظر آتا ہو۔ ایک پرفیکٹ امریکن فیملی کا تصور الیکشن میں سب سے زیادہ بکتا ہے۔"

"اور میں اپنی فیملی کو خوش نہیں رکھتا؟"

"آپ فیملی کو خوش رکھنے کی اداکاری نہیں کر سکتے۔ اس لیے انہیں خوش رکھنے کی "کوشش" کریں ۔ میں آپ کے کپل انٹرویوز سے ڈر رہی ہوں کیونکہ آپ کے درمیان موجود لاتعلقی دور سے ہی نظر آجاتی ہے۔ اگر آپ کو الیکشن جیتنا ہے سر' تو آپ کو اپنی بیوی سے اپنا معاملہ درست کرنا ہوگا۔"

"اور یہ بھی تمہیں خواب میں نظر آیا ہے کہ اس کی وجہ آریانہ کے بارے میں نہ بتانا ہے؟" بہت اطمینان سے پوچھا جیسے راز کھل جانے سے اسے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔

وہ چپ ہوئی' پھر گردن کڑا کے بولی۔ "جی نہیں۔ میں نے ایک انویسٹی گیٹر ہائر کیا تھا۔"

فاتح نے تعجب سے ابرو اچکائے۔ "انویسٹی گیٹر؟ کون؟"

تالیہ مراد کھلے دل سے مسکرائی۔ "اس کا نام حالم ہے۔ کہتے ہیں وہ کے ایل کا سب سے بڑا اسکام اور فراڈ انویسٹی گیٹر ہے۔"

"حالم؟ تم نے حالم کو ہائر کیا؟" وہ بظاہر سنبھلا ہوا بیٹھا رہا مگر چونک جانا واضح تھا۔ "اور اس نے تمہیں میرے بارے میں اتنی ذاتی باتیں بتا بھی دیں۔"

"کیونکہ میں نے اسے پیسے دیے تھے' سر۔ انویسٹی گیٹر کو تو کوئی بھی ہائر کر سکتا ہے۔"

"واؤ۔" اس نے تعجب اور خفگی سے ناک سے مکھی اڑائی۔ "میں نے بھی ایک دفعہ اس کو ہائر کیا تھا۔"

"اوہ اور آپ کو لگا وہ آپ کا لحاظ کرے گا؟ نہیں سر۔ اسے ہائر کرنا اسے خریدنے کے مترادف نہیں ہے۔ کل کو صوفیہ رحمن نے اسے ہائر کیا تو...."

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" ہاتھ اٹھا کے اسے چپ کرایا۔ چند منٹ خاموشی کی نظر ہو گئے۔ وہ چپ بیٹھا ہاتھ میں قلم گھماتا رہا اور وہ خاموشی سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھے گئی۔

"یہ سچ ہے کہ میری بیٹی اس روز....." وہ رک گیا اور سر جھٹکا جیسے اس ذکر سے ابھی تک تکلیف ہوتی تھی۔ "اس روز...."

''سر یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے اور آپ میرے آگے جوابدہ نہیں ہیں۔'' وہ رکھائی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''آپ صرف عصرہ کو جوابدہ ہیں۔''

فاتح نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''اور تمہیں لگتا ہے وہ یہ سن کے مجھے فوراً معاف کر دے گی؟ شاید ہمارے درمیان چیزیں مزید خراب ہو جائیں۔''

''سچ آزاد کرتا ہے اور وہ آپ کو معاف کریں یا نہیں' آپ اس جھوٹ کی غلامی سے آزاد ضرور ہو جائیں گے۔ اور جب جھوٹ نکل جاتا ہے تو برکت خود بخود واپس آ جاتی ہے۔'' وہ کہہ کے جانے لگی تو وہ اسے پکار اٹھا۔

''تاشہ!'' وہ رکی اور دھیرے سے پلٹی۔ ''جی سر؟''

''اگر مجھے ایک اچھی اور لمبی واک پہ جانا ہو جہاں کوئی مخل نہ ہو تو....''

''تو تتلیوں والے پارک میں جائیں' سر۔ وہاں آپ کو پرائیویسی مل جائے گی اور میں انتظامیہ سے کہہ دوں گی کہ وہ آپ کے اور عصرہ کے قریب عام شہریوں کو نہیں آنے دیں گے۔ سیکیورٹی بھی دور رہے گی تاکہ آپ ڈسٹرب نہ ہوں۔ میں انتظام کرتی ہوں۔'' وہ ساری بات سمجھ کے ذمہ داری سے کہتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ فاتح مدھم سا مسکرا دیا۔

باہر آ کے تالیہ نے گہرے گہرے سانس لے کر سینے پہ ہاتھ رکھے خود کو نارمل کرنا چاہا۔ ابھی کرسی پہ بیٹھی تھی کہ میز کے کنارے پہ شہزادی تاشہ آ بیٹھی۔

سر پہ تاج سجائے' اپنی کامدار میکسی پھول کی طرح پھیلائے' وہ سنہرے گھنگریالے بالوں والی شہزادی غصے سے اسے گھور رہی تھی۔

''تم اس کی اور عصرہ کی ڈیٹ ارینج کر رہی ہو؟ اف تالیہ! وہ تمہارا ہے۔ تم اسے کیسے عصرہ کو دے سکتی ہو؟''

سیاہ کوٹ والی سادہ سی تالیہ نے اداسی سے اسے دیکھا۔ ''وہ میرا کبھی نہیں تھا۔''

''مگر اچھا تھا نا وہ عصرہ سے دور رہتا.... تم ان دونوں کے درمیان فاصلے بڑھا سکتی تھیں۔ پھر اتنی اچھی بننے کی کیا ضرورت ہے؟'' اندر کی شہزادی زچ ہو رہی تھی۔

''میں نے ساری عمر دھوکے سے چیزیں لی ہیں' تاشہ' مگر اب میں بہت محنت سے اس زندگی کو پیچھے چھوڑ آئی ہوں۔ میں کسی عورت سے اس کا شوہر بے ایمانی سے نہیں چھینوں گی۔ اس لئے اب تم خاموش رہو۔''

سر جھٹکا اور اپنے اندر سے بغاوت کرتی شہزادی کو خاموش کرا دیا' پھر فون اٹھا کے سیکیورٹی کو کال ملانے لگی۔

بدقت خود کو 'حسد' کی طرف جانے سے اس نے روک رکھا تھا۔ وہ حسد جو ابل ابل کے اس کو اندر سے جلا رہا تھا۔

☆......☆......☆

تتلیوں کا چمن کے ایل کا ایک خوبصورت پارک تھا جو عام پارکس سے اس طرح مختلف تھا کہ اس میں تنگ راستے بنے تھے جن کو دونوں اطراف سے درختوں اور سبز بیلوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ اندر قطار میں بہت سے گرین ہاؤسز تھے جن کے اوپر کینوپی کی طرح شیٹ سے چھتیں بنائی گئی تھیں۔

وہاں ہر جگہ تتلیاں اڑ رہی تھیں۔ دو سو سے زائد رنگوں اور نسلوں کی چھوٹی بڑی تتلیاں۔ گویا وہ کوئی تتلیوں کی جنت ہو۔

وہ دونوں روش پہ چلتے آگے نکل آئے تھے۔ روش تنگ تھی اور دونوں اطراف میں ریلنگ بنا کے اس پہ سبز بیلوں کی چادر چڑھائی گئی تھی۔

ان کے پتوں پہ جا بجا تتلیاں بیٹھی تھیں۔

عصرہ کا موڈ وہاں آتے ہی خوشگوار ہو چلا تھا۔ وہ با جو کرنگ پہنے' سر پہ سیاہ اسٹول لئے' مسکراتی ہوئی پتوں سے ہاتھ سرسراتے ہوئے گزر رہی تھی۔

''ہم کتنے عرصے بعد کھلی فضا میں یوں ساتھ نکلے ہیں۔'' وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے' ٹائی ڈھیلی کیے ساتھ قدم اٹھا رہا تھا۔ کوٹ کار میں رکھ آیا تھا اور سفید شرٹ کے آستین پیچھے کو موڑ لیے تھے۔

''ہاں۔ ہر مسئلے اور ذمہ داری سے آزاد۔ اوہ یہ کتنی خوبصورت ہے۔''

وہ دونوں لکڑی کے پل کے دہانے پہ تھے جب عصرہ رکی اور ایک پتے سے انگلی کے پوروں پہ تتلی اٹھائی۔ سبز اور سیاہ تتلی فوراً سے اس کی ہتھیلی پہ آ بیٹھی۔ عصرہ مسکرا دی۔ وہ وہیں کھڑا اسے دیکھے گیا۔

لکڑی کا پل تنگ تھا اور دونوں طرف سے سبز بیلوں سے ڈھکا تھا جو اوپر جا کے مل جاتی تھیں۔ نیچے جھرنا بہہ رہا تھا جس میں تیرتی رنگ برنگی مچھلیاں یہاں سے نظر آ رہی تھیں۔

پل کے کنارے وہ دونوں کھڑے تھے۔ وہ تتلی کو ہتھیلی پہ اٹھائے کھڑی تھی اور وہ اسے اداسی سے دیکھ رہا تھا۔

''کوئی طریقہ کام نہیں کرے گا سوائے سچ کے۔''

عصرہ نے چونک کے سر اٹھایا پھر اس کی آنکھوں کو دیکھ کے وہ ٹھٹکی۔ ''کیا؟''

''اس واک کا کوئی فائدہ نہیں نہ ہی ساتھ وقت گزارنے کا۔ اگر میں نے سچ نہ بولا تو ہم کبھی اپنے درمیان کی یہ بے برکتی ختم نہیں کر سکیں گے۔''

''کون سا سچ؟''

''عصرہ....'' وہ بولا تو آواز تھکی ہاری اور زخمی تھی۔ ''ہمارے درمیان ایک جھوٹ آ گیا تھا جو ہماری زندگی کی ساری برکت لے گیا

۔جواب میں تمہیں بتانے جا رہا ہوں، وہ سچ ہر بچے کو اصلی حالت پہ نہیں لا سکے گا، میں جانتا ہوں مگر اب یہ راز بھاری ہو گیا ہے۔"

وہ رک رک کے کہہ رہا تھا۔آنکھیں عصرہ کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔وہ پلک تک نہیں جھپک پا رہی تھی۔جھرنے کا پانی اور تتلیوں کے پھڑ پھڑاتے پروں کی آوازیں...سب خاموش ہو گئی تھیں۔

"فاتح کیا ہوا ہے؟" اس کا دل بری طرح دھڑ کا تھا۔"تم ایسے کیوں کہہ رہے ہو؟"

"آریانہ......"

بس ایک لفظ تھا اور عصرہ نے تیزی سے مٹھی بند کی۔تتلی اندر قید ہو گئی۔

"کیا ہوا آریانہ کو؟" اس نے بے قراری سے اس کے چہرے پہ جواب تلاشنا چاہا۔"وہ مل گئی کیا؟"

56

فاتح نے نفی میں سر ہلایا۔عصرہ کے کندھے ڈھیلے پڑے۔

"پھر؟اس کا کیس آگے بڑھا ہے؟پولیس کو کوئی سراغ ملا ہے؟بتاؤ نا۔" اس کا سانس رک رہا تھا۔

"آریانہ مل گئی تھی مجھے....اسی رات جب وہ کھوئی تھی...."

عصرہ کی آنکھیں بے یقینی سے کھل گئیں۔"فاتح...."

"تم ان دنوں بیمار تھیں۔کمزور تھیں۔اور وہ جس حالت میں ملی تھی....میں اس کا تماشا نہیں بنانا چاہتا تھا....میں اسے گھر نہیں لا سکتا تھا۔"

"فاتح!" اس نے بند مٹھی سینے پہ رکھ دی۔آنکھیں بے یقینی سے پھیلی تھیں۔

"آریانہ مر گئی تھی، عصرہ۔میں نے اسے دفنا دیا تھا۔اس دن مجھے لگا وہ صرف میری بیٹی ہے اور صرف میرا اس پہ حق ہے۔تمہیں صرف تکلیف ہو گی اس لئے میں نے یہ بات چھپا لی۔آئی ایم سوری عصرہ۔مجھے تمہیں بتانا چاہیے تھا۔" وہ تکلیف سے کہہ رہا تھا۔

"مگر...." اس کی رنگت سفید پڑ رہی تھی۔"مگر آریانہ تو صرف....کھوئی تھی....اس کو کسی اور کو مل جانا تھا....وہ کسی اچھے گھر میں پرورش پا رہی ہو گی....اتنے سال میں نے....میں نے یہی دعا مانگی کہ وہ...."

"وہ کسی کو نہیں ملی تھی عصرہ۔" اس نے بے چارگی سے کہتے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لینا چاہا مگر عصرہ کرنٹ کھا کے پیچھے ہٹی۔

"وہ....وہ تو اپنی نینی کے ساتھ...."

"آریانہ...اس کی نینی...اس کے ساتھ موجود آدمی....وہ سب پہاڑ سے گر گئے تھے....وہ تینوں مر گئے تھے عصرہ۔کوئی بھی نہیں بچا۔"

مگر عصرہ نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔"یہ نہیں ہو سکتا۔آریانہ کسی کو مل گئی تھی۔"

''عصرہ۔'' اس نے قریب آنا چاہا مگر عصرہ مزید پیچھے ہٹتی گئی۔

''تم....تم آفس جاؤ۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ مجھے گھر جانا ہے۔'' وہ نفی میں سر ہلاتی مڑی تو وہ پریشانی سے بولا۔

''عصرہ...رکو...''

''پلیز فاتح.... مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا.... مجھے جانے دو.... پلیز۔'' وہ تیز تیز کہتی پل پہ آگے بڑھ گئی۔ اس کی آنکھیں پانیوں سے لدی تھیں اور سختی سے بھنچی مٹھی پہلو میں گری تھی۔ وہ افسوس سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

پل عبور کرتے ہوئے عصرہ نے مٹھی کھول دی تو کچلی ہوئی سیاہ سبز تتلی نیچے لڑھک گئی۔

اس کا رنگ عصرہ کی ہتھیلی پہ رہ گیا تھا۔

☆......☆......☆

وہ جدید ملاکہ کی ایک فوڈ اسٹریٹ تھی۔ درمیان میں سرمئی سڑک اور دونوں طرف دکانوں کی قطاریں جن کے آگے چھاتے تانے اسٹالز پہ اشیاء بک رہی تھیں۔ لوگوں کا ایک ہجوم خریداری کرتا نظر آ رہا تھا۔

ایسے میں ایک فریم کی دکان کے اندر فہمی بن سلام کھڑا تھا۔ دکاندار اسے چند فریم دکھا رہا تھا۔ وہ ہاتھ میں پکڑی تصویر کو ہر فریم پہ لگا لگا کے دیکھتا پھر نفی میں سر ہلاتا۔ تصویر پرانے پرنٹ کی تھی۔ ماں باپ اور بچہ۔ اور وہ غالباً اسے فریم کروانا چاہتا تھا۔

''فہمی بھائی۔'' آواز پہ وہ پلٹا تو دیکھا' سامنے ایک نوجوان کھڑا ہے۔ چھوٹے کٹے بالوں اور گندمی رنگت مگر چمکدار آنکھوں والا مسکراتا ہوا نوجوان۔ فہمی نے استفہامیہ نظروں سے ابرو اچکائے تو ایڈم جلدی سے بولا۔

''یہ پچھلی اسٹریٹ میں آپ کے والد کا گھر ہے نا۔ وہ مجھے اکثر کارپنٹری کے لئے بلاتے ہیں۔ میں کارپینٹر ہوں۔ مراد راجہ نام ہے میرا۔''

''اچھا اچھا۔ کیا حال ہے' مراد۔'' فہمی نے رسمی شائستگی سے پوچھا تو ایڈم مصنوعی جوش سے کہنے لگا۔

''اس دن آپ کی والدہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ آپ بہت اچھی جاب کرتے ہیں۔ اصل میں ہانگ کانگ میں میرا بھائی رہتا ہے' اس کو مدد چاہیے تھی۔''

فہمی نے دکاندار سے معذرت کی اور جیب میں تصویر واپس ڈالتا ایڈم کے ساتھ باہر نکل آیا۔

''ہانگ کانگ میں کہاں رہتا ہے وہ؟'' اب وہ ادھر ادھر گردن گھماتا کوئی اور دکان ڈھونڈ رہا تھا۔

''سینٹرل میں۔''

''اچھا۔ کیا مدد چاہیے تھی اس کو؟''

وہ دونوں دکانوں کے باہر کھڑے ہو کے بات کر رہے تھے۔

''اس کے پاس اصل میں کافی.....'' آواز مدھم کی۔''پیسہ آ گیا ہے کچھ عرصے سے۔امپورٹ ایکسپورٹ سے۔''

''ہوں۔''فہمی نے سوچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہنکارا بھرا۔''پھر؟''

''تو وہ اس کو آف شور رکھوانا چاہتا تھا۔اگر میں آپ کا اس سے رابطہ کروا دوں تو آپ اس کی مدد کر دیں گے؟''

''ہاں کیوں نہیں۔وہ میری فرم آئے اور مجھ سے مل لے۔''

''مجھے اپنا نمبر دے دیں اور یہ بھی بتائیں کہ مزید اسے کیا کرنا ہوگا۔''ایڈم نے ڈائری اور قلم نکالا اور درمیانی صفحہ موڑ کے نمبر لکھنے لگا۔فہمی اب کھڑے کھڑے اسے چند ضروری باتیں سمجھانے لگا۔آخر میں اس نے کہا۔

''اور یوں اس کا اکاؤنٹ کھل جائے گا اور.....''

مگر ایڈم نے اسے ٹوک دیا۔

''نہیں مگر ابھی آپ نے کہا کہ ٹیکس کا قانون اس طریقے سے لاگو نہیں ہوگا۔تو اس کا مطلب ہے ہم قانون کو بائی پاس کر رہے ہیں۔''

وہ قلم ہاتھ میں لئے پوچھ رہا تھا۔فہمی نے رک کے اسے دیکھا۔آنکھیں سوچنے والے انداز میں چھوٹی کیں۔

''تم کارپینٹر نہیں ہو۔''نفی میں سر ہلایا۔''پھر کیا ہو؟ انویسٹی گیٹر؟ اونہوں۔''پھر نظریں اس کے قلم پکڑے ہاتھ تک گئیں تو اس نے سمجھنے والے انداز میں گہری سانس بھری۔

''تمہاری درمیانی انگلی ناخن کے نیچے سے سوجی ہوئی ہے۔یہ لکھاریوں کی نشانی ہوتی ہے۔لیٹ می گیس۔تم رپورٹر ہو۔''

بے زاری سے سر جھٹکا اور آگے بڑھ گیا۔ایڈم بے اختیار پیچھے لپکا۔

''ایک منٹ.....میری بات تو سنیں۔''

''میرا پیچھا مت کرو۔''اس نے بے پرواہی سے کہا اور قدم بڑھاتا گیا۔ساتھ ہی وہ دکانوں کے نام دیکھ رہا تھا۔اسے فریمز کی دکان کی تلاش تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔میں رپورٹر ہوں مگر دیکھیں مجھے صرف تھوڑی سی معلومات درکار ہیں۔میں لوگوں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ آف شور کمپنی کیا ہوتی ہے۔پلیز آپ میرے سوالوں کا جواب دے دیں۔''

''ناٹ انٹرسٹڈ!''وہ ایک دکان کی طرف بڑھ گیا۔ایڈم بے تابی سے پیچھے آیا۔

''کیا آپ اپنے ملک کے لوگوں پہ یہ احسان.....''

''اگر تم نے مجھے ہراس کرنے یا فالو کرنے کی دوبارہ کوشش کی تو میں پولیس کو بلا لوں گا۔بلاؤں؟''فہمی نے پلٹ کے سنجیدگی سے

کہا تو ایڈم رک گیا۔ پھر فہمی اسی بے نیاز انداز میں دکان کے اندر چلا گیا اور وہ وہاں ہاتھ ملتا رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک دکان کے سامنے بنی چھتری تلے کرسی پہ موجود داتن کی طرف بڑھ رہا تھا جو دور سے اس کا لٹکا چہرہ دیکھ کے مسکرائی تھی۔

''ہماری شرط لگی تھی کہ تمہاری کہانی فلاپ ہو جائے گی۔ میں نے کہا تھا دو منٹ میں۔ تم نے کہا تھا پانچ منٹ میں۔ تو کتنی دیر میں تمہیں پکڑا اس نے؟''

''ڈیڑھ منٹ میں۔'' وہ جل کے کہتا منہ بنا تا کرسی کھینچ کے بیٹھا اور کہنیاں میز پہ رکھ دیں۔ سخت خفا لگ رہا تھا۔

''گڈ۔ اب دوپہر کا کھانا تم کھلاؤ گے۔''

''شیور۔'' ویٹر کو اشارہ کیا اور جب وہ قریب آیا تو خفا خفا سا بولا۔'' آج شیف اسپیشل جو بھی ہے وہ لے آئیں۔ اب آپ پوچھیں گے کتنے بندوں کے لئے تو....'' اپنی طرف اشارہ کیا۔'' ایک....!'' پھر داتن کی طرف اشارہ کیا۔'' اور ساڑھے تین افراد کا کھانا لے آیئے۔''

ویٹر نے مسکراہٹ دبالی اور اندر چلا گیا۔ داتن البتہ ٹیک لگائے ریلیکس سی بیٹھی مسکراتی رہی۔

''تمہیں پتہ ہے باڈی شیمنگ جرم ہے۔''

''اور آپ کو معلوم ہے کہ کل سے سارے بلز میں پے کر رہا ہوں کیونکہ آپ ساری شرطیں جیت جاتی ہیں۔''

''اور میری آخری شرط یہ تھی کہ اگر تم اس سے کچھ نہ اگلوا سکے تو ہم اس کو میرے طریقے سے Con کریں گے۔''

ایڈم نے ناراض ناراض نظروں سے اسے دیکھا۔'' اور اگر میں پھر بھی کامیاب نہ ہوا؟''

''تو گوگل سے معلومات لے کر لکھ لینا۔''

''وہ تو ہر کوئی لکھ لیتا ہے۔ پھر تو ہر کوئی رپورٹر بن جائے۔ میری فیچر اسٹوری میں کچھ تو انوکھا ہونا چاہیے۔'' لیکن پھر کسی خیال سے اس کا چہرہ بجھ گیا۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' داتن نے غور سے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔

''میں ملاکہ میں مراد راجہ کے خزانے کو ایکسپوز نہیں کر سکا تھا۔ اگر میں اب بھی ناکام ہو گیا تو؟''

داتن چند لمحے کچھ نہ بولی۔ وہ لڑکا کافی دلبرداشتہ لگ رہا تھا۔

''بتایئے لیانہ صابری..... میں ایسا کیا کروں کہ اب کی بار میں کامیاب ہو جاؤں؟''

''تم وہ غلطی مت دہرانا جو تم نے پچھلی بار کی تھی۔''

''کیا؟'' ایڈم چونکا۔

”مجھے کیا معلوم۔ خود غور کرو۔ کوئی غلطی تو ہوئی ہوگی۔ کوئی کمزوری‘ کوئی جھول تو ہوگا نا جس نے تمہیں کمزور کر دیا ہوگا۔“ وہ بظاہر بے نیازی سے کہہ کے شانے اچکاتی گردن موڑ گئی۔

ایڈم اچنبھے میں گھر گیا۔ اس نے کیا غلط کیا تھا بھلا؟

☆......☆......☆

بی این کے دفتر میں فاتح رامزل کے آفس کے سامنے بنے اسٹاف کیبن قریباً خالی نظر آرہے تھے کیونکہ تمام افراد ایک وسطی کیبن کے گرد اکٹھے تھے۔ درمیان میں تالیہ کھڑی تھی اور مصروف سی نظر آتی تیز تیز بول رہی تھی۔

”یہ طے ہے کہ ایمان عمر بار بار حملہ کرے گی تو فریدہ.... تم اس کی منیر الکلام کو کی گئی ای میلز ٹوئیٹر پہ ڈالو گی۔ اور حاتم... میں نے تمہیں اس کے خاندان کے ناراض افراد اور تمام ناراض دوستوں کو ڈھونڈنے کو کہا تھا میں نے۔“

”جی میم۔ میں نے دو کے ویڈیو انٹرویوز کر لئے ہیں اور ہم ان کو شام میں ٹوئیٹر پہ ڈال دیں گے جن میں وہ بتائیں گے کہ وہ کتنی دوغلی لڑکی ہے۔“

”گڈ۔“ اس نے ستائش سے کہا تو فریدہ تیزی سے بولی۔

”میم ای میلز تو میں ڈال دوں گی مگر لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ای میلز فیک ہیں۔ ہے نا؟“

☆......☆......☆

”فریدہ سیاست میں الزام اگلے کا جواب سننے کے لئے نہیں لگایا جاتا۔ اس کو وضاحتیں دینے میں مصروف کرنے کے لئے لگایا جاتا ہے۔ ہم نے عوام کے ذہن میں صرف شک کا بیج بونا ہوتا ہے۔ آگے اپنی رائے وہ خود قائم کریں گے۔“

وہ ہدایات دے رہی تھی جب کنکھیوں سے لفٹ سے نکلتا فاتح دکھائی دیا۔ دو گارڈ عقب میں تھے اور وہ ان کے آگے چلتا اپنے آفس کی طرف جا رہا تھا۔ وہ غالباً تتلیوں والے پارک سے واپس آرہا تھا اور اس کا چہرہ اتنا خاموش لگ رہا تھا کہ اس کے دل کو کچھ ہوا۔

”میں باس سے ایک سائن کروا لوں۔ یو گائز.... گیٹ ٹو ورک۔“ اس نے ایک خالی فائل اٹھائی اور محفل برخاست کر دی۔ فاتح آفس کے اندر جا چکا تھا۔ وہ بے تابی سے پیچھے آئی۔

”سر!“ دروازے سے اندر قدم رکھا تو وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ اپنی کرسی سنبھال رہا تھا۔

”مجھے کافی چاہیئے تاشہ۔“ وہ مصروف سے انداز میں اپنے کاغذات الٹ پلٹ کر رہا تھا۔ چہرے پہ کوئی خوشی‘ کوئی جوش‘ کچھ نہ تھا۔ عصرہ کے ساتھ ملاقات ناخوشگوار رہی تھی‘ وہ سمجھ گئی تھی مگر وان فاتح نے ایک دم اپنے گرد دیواریں اتنی بلند کر دی تھیں کہ وہ کچھ کہہ نہ سکی۔

”او کے سر۔“ الٹے قدموں پیچھے مڑی اور دروازہ بند کر دیا۔

(میرا مشورہ غلط نکلا؟ کہیں میں نے اسے نقصان تو نہیں پہنچا دیا؟) دل میں ایک دم دکھ سے بھر گیا۔

وہ ظالم شہزادی اب آس پاس کہیں بھی نہ تھی جو کہتی تھی کہ فاتح کو عصرہ سے چھین لو۔

یہ طے تھا کہ اگر اس کا گھر ٹوٹا تو وہ خود بھی خوش نہیں رہے گی۔

☆......☆......☆

سن باؤ کے آنگن میں اتری شام ڈھل گئی اور اندھیرا سارے میں پھیل گیا تو پورے چاند کی روشنی میں وانگ لی کا مجسمہ جمکتا دکھائی دینے لگا۔ البتہ کونے کا درخت اور کنواں تاریکی میں ڈوبے ویران لگ رہے تھے۔ ایسے میں برآمدے کی میز پہ ایڈم لیپ ٹاپ اسکرین روشن کیے بیٹھا تھا۔ وہ اس پہ کلائیڈ اینڈ لی کے بارے میں مختلف معلومات پڑھ رہا تھا اور مقابل بیٹھی داتن اس کو پڑھ رہی تھی۔

''تم نے کبھی تالیہ کو بتایا؟''

''کہ آپ کے کھانے کے بل میں ادا کر رہا ہوں؟ نہیں۔'' وہ سمجھ گیا تھا اس لیے رکھائی سے بولا۔

داتن نے اس بات پہ ناک سکوڑا۔ وہ گھنگھریالے سیاہ بال کھولے' ڈھیلے ڈھالے سے بھورے جبے میں ملبوس' اپنے چھوٹے مگر موٹے ہاتھوں پہ چہرہ گرائے اسے گھور رہی تھی۔

''اس کی تعریف میں پوری کتاب لکھ ماری مگر دو فقروں میں دل کی بات نہیں بتا سکے؟''

''کتاب بھی کیا معلوم کسی کو پیسے دے کے لکھوائی ہو۔ آخر کتابیں جو نہیں پڑھتا میں۔'' وہ نظریں جھکائے ٹائپ کر رہا تھا۔ برآمدے میں اندھیرا تھا اور اسکرین کی نیلی روشنی ایڈم کے چہرے کو دمکا رہی تھی۔

''تمہیں لگتا ہے تمہارا چانس نہیں ہے۔ وان فاتح کے سامنے تمہیں اپنا آپ کچھ نہیں لگتا۔''

''پتہ نہیں آپ کیا کہہ رہی ہیں۔'' وہ بےزاری سے کہنے لگا تو ایک دم داتن اس کے سر پہ آ کھڑی ہوئی اور دھپ سے لیپ ٹاپ اسکرین گرائی۔ ایڈم نے تلملا کے اسے دیکھا۔ ''میں کام کر رہا تھا۔''

''تمہاری ماں تمہارا ٹوٹا دل دیکھ کے پریشان نہیں ہوتی؟ اس مسئلے کو حل نہیں کرو گے تو کیا کرو گے؟''

وہ اس کے قریب کرسی کھینچ کے بیٹھی اور لیپ ٹاپ پرے دھکیل دیا۔ پھر سنجیدگی سے اسے دیکھا تو ایڈم نے سر جھکا دیا۔

''یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے جسے حل کیا جا سکے۔''

''تالیہ نے مجھے صبح جانتے ہو کیا میسج کیا ہے؟''

ایڈم نے سوالیہ آنکھیں اٹھائیں۔ ''کیا؟''

''وہ عصرہ اور فاتح کے درمیان کی سرد دیوار پگھلانے کی کوشش کر رہی ہے۔''

''حالانکہ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔خود غرض بن جائیں اور فاتح صاحب کو چھین کے حاصل کر لیں۔''

''تم کیوں نہیں خود غرض بن جاتے؟'' وہ سنجیدگی سے بولی تو ایڈم نے نظریں صحن کی طرف موڑ لیں۔اس کی آنکھیں کنویں پہ ٹھہر گئیں۔داتن نے دیکھا' کنویں کی ساری ویرانی اس نوجوان کی آنکھوں میں بھر گئی تھی۔

''میں چے تالیہ کی خوشی چاہتا ہوں۔اور ان کی خوشی وان فاتح کے ساتھ رہنے میں ہے۔''

''اور اگر وہ اپنی خوشی سے فاتح کو عصرہ کے سپرد کر دے تو؟''

''وہ ایسا کیوں کریں گی؟''

''کیونکہ ایک بات تم سب جانتے ہو کہ قدیم ملاکہ میں فاتح کو بہت کچھ ہوا تھا سوائے محبت کے۔وہ تالیہ کی محبت میں کبھی گرفتار نہیں ہوا تھا۔اسے وہ پسند تھی' ان دونوں میں دوستی ہو گئی تھی اور انہوں نے ساتھ کام کیا تھا۔لیکن وہ وقت کے تین سوال جاننے سے پہلے تک تالیہ کو چھوڑ دینے پہ راضی تھا۔''

''میں مانتا ہوں کہ انہیں چے تالیہ سے محبت نہیں ہوئی تھی لیکن اب تو ہو سکتی ہے نا۔'' وہ ہنوز اداسی سے کنویں کو دیکھ رہا تھا۔''انہیں اپنے رشتے کو ایک بھرپور چانس دینا چاہیے۔''

''تم نے سنا نہیں میں کیا کہہ رہی ہوں؟ وہ عصرہ کو فاتح سے ملانا چاہ رہی ہے۔یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے۔''

''مگر وہ دونوں ابھی تک ملے تو نہیں ہیں نا۔چے تالیہ کی امید ابھی بھی زندہ ہے۔''

''اور اگر وہ مل جائیں تو تمہاری امید زندہ ہو سکتی ہے؟''

ایڈم نے نظریں پھیر کے اسی ویرانی سے داتن کو دیکھا۔''آپ مجھے ایسی امید نہ دلائیں جو پوری نہ ہو تو میرا دل پھر سے ٹوٹ جائے۔میں نے بڑی مشکل سے خود کو سمجھایا ہے کہ میں ان کے قابل نہیں ہوں۔وہ مجھ سے بہت بہتر ڈیزرو کرتی ہیں۔''

''تم سے بہتر؟ فاتح رامزل جیسا سلیبریٹی کیونکہ آخر میں ہے تو وہ ایک فین گرل نا؟'' اس کے انداز پہ ایڈم خفیف ہوا۔

''وہ مجھ سے بہت اوپر ہیں۔''

اور اگر تم اس اسٹوری کو لکھ لو (انگلی سے بند لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کیا)....مجھے نہیں معلوم اس میں کیا ہے جو لکھنا ہے' لیکن اگر تم کوئی دنیا کو ہلا دینے والی کہانی لکھ ڈالو' تو تم بھی راتوں رات سلیبریٹی بن سکتے ہو' ایڈم۔''

''ایں؟'' اس نے حیرت سے داتن کو یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔داتن کو البتہ اپنی ہی بات نے لطف دے دیا تھا۔

''سوچو ایڈم!'' وہ آنکھوں کو گول گھما کے مزہ لیتے ہوئے بولی۔''تم ڈیزائنر ویئر پہنو گے۔انٹرویوز دو گے۔اپنی کتابوں کی رونمائی کی تقاریب میں آٹوگراف سائن کرو گے۔فینز تمہارے گرد جمگھٹا لگائے ہوں گے۔''

''اور آپ مجھے اتنے بڑے بڑے خواب کیوں دکھانا چاہتی ہیں؟'' مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

''کیونکہ تم وہ واحد انسان ہو جو تالیہ کا ماضی اور مجرمانہ زندگی جاننے کے بعد بھی اسے ''چے تالیہ'' کہہ کے عزت سے پکارتا ہے۔ تمہیں اس سے محبت اس کو جاننے کے بعد ہوئی۔ اس لیے میں نہیں چاہتی کہ وہ تمہیں کھوئے۔ تم مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ اگر فاتح عصرہ کی طرف چلا جائے تو تم تالیہ کو پانے کی کوشش کرو گے۔''

''میں کوشش کروں گا۔'' اس نے بجھے دل سے کہا تو داتن مسکرا دی۔

''گڈ بوائے۔ تالیہ نے مجھے بتایا تھا کہ تم ملاکہ میں بھی کتنی جلدی اس کی دایاں ہاتھ کاٹنے والی دھمکی سے ڈر جاتے تھے۔''

''چے تالیہ نے آپ کو اتنی باریک بینی سے ساری کہانی سنائی؟'' ایڈم نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے بغور اسے دیکھا۔

''دوست ہوں اس کی۔ اس کا فرض تھا کہ سنائے۔''

''تو پھر یقیناً انہوں نے میرا وہ فقرہ بھی سنایا ہوگا جس سے ان کو چڑ تھی؟ ان کو کتابیں نہ پڑھنے کا طعنہ دینے والا فقرہ۔''

داتن نے کندھے اچکائے۔ ''شاید۔''

''اور آپ اتنے دن سے مجھ سے اس ایک فقرے کا بدلہ لے رہی تھیں۔'' وہ دانت کچکچا کے بولا۔ ''آپ کو اچھی طرح میرے کتابوں سے رومانس کے بارے میں علم تھا۔''

''ہوسکتا ہے۔'' وہ اٹھ کے میز سے برتن سمیٹنے لگی جیسے اس کی بات کی اہمیت ہی نہ ہو۔ ایڈم نے خفگی سے سر جھٹکا اور لیپ ٹاپ قریب کھسکا کے کھول لیا۔ پھر کلائیڈ اینڈ لی کی سامنے کھلی ویب سائٹ کو دیکھ کے چونکا۔

''ایک منٹ۔ آپ کو کلائیڈ اینڈ لی کے بارے میں اتنی معلومات کیسے تھیں؟ کہیں آپ نے بھی اس فرم میں کوئی ایک آدھ آف شور کمپنی تو نہیں کھول رکھی؟''

داتن نے مسکرا کے پلکیں جھپکائیں۔ ''صرف ایک؟''

''لاحول ولاقوہ....'' وہ پڑھنے لگا پھر رک گیا کہ کہیں لیانہ صابری غائب ہی نہ ہو جائے۔ اور جھرجھری سی لے کر دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اندھیر صحن میں کھڑا چاندنی میں نہایا مجسمہ دلچسپی سے اسے کام کرتے دیکھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

وہ چاند کے ایل کے آسمان پہ بھی ویسا ہی سجا تھا۔ حالم کے گھر کے سامنے والی سڑک اس وقت سنسان تھی مگر اندھیرے کو چاندنی نے کسی حد تک کم کر رکھا تھا۔ ایسے میں تالیہ بس اسٹاپ سے پیدل چلتی گھر واپس آ رہی تھی۔ اسٹریٹ پولز کی روشنی اور چاندنی اس کو راستہ

دکھانے کے لیے کافی تھی۔بس اسٹاپ سے گھر دومنٹ کی واک پہ تھا اور سارا دن فاتح کی کار میں اس کے ساتھ گھومنا پڑتا تھا تو وہ اپنی کار نہیں لے کر جاتی تھی۔

''کیسی ہو شہزادی تالیہ؟'' عقب میں کسی نے پکارا تو وہ فوراً سے ایڑھیوں پہ گھومی۔

نیم اندھیر خالی سڑک پہ اس کے سامنے ذوالکفلی کھڑا تھا۔جیبوں میں ہاتھ ڈالے' مسکراتے ہوئے چھوٹی چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔تالیہ نے گہری سانس خارج کی۔

''آپ یہاں کیسے؟'' ذرا سرد مہری سے بولی۔اس نے ذوالکفلی کو اتنے راز خود سے چھپانے کے لیے ابھی تک معاف نہیں کیا تھا۔

''وان فاتح نے تمہارے لئے ایک چیز دی تھی۔''اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ چونک چونک اٹھی۔

''کیا؟ کب؟'' پھر خیال آیا۔''جب وہ آپ کے پاس آئے تھے؟اس رات؟ آپ مجھے اب بتا رہے ہیں۔''

''کیونکہ اب تم یہ لینے کے لئے تیار ہو۔'' ذوالکفلی قریب آیا اور مٹھی میں پکڑی پرچی لہرائی۔''یہ کوئی پیغام ہے جس کا مطلب صرف تم سمجھ سکتی ہو۔''

تالیہ نے ہاتھ بڑھایا تو ذوالکفلی نے مٹھی بند کر کے ہاتھ کمر کے پیچھے کر لیا۔''لیکن میں تمہیں یہ کیوں دوں؟''

اس کا ہاتھ فضا میں رہ گیا۔اس نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

''کیونکہ یہ میرے لیے ہے تو آپ کو اسے مجھے دینا چاہیے۔یہ آپ کا اخلاقی فرض ہے۔''

''لیکن میں تو اخلاقیات اور ایمانداری سے نابلد ایک چور ہوں۔'' وہ مسکرایا۔تالیہ نے مشکوک انداز میں پتلیاں سکوڑیں۔

''آپ کو بدلے میں کچھ چاہیے....ہے نا؟''

''ظاہر ہے۔میں چور ہوں' اور مجھے اپنا مفاد ہر شے سے زیادہ عزیز ہے۔'' وہ اطمینان سے مسکرایا تو تالیہ نے گہری سانس لی۔

دونوں حالم کے بنگلے کے گیٹ کے سامنے نیم اندھیرے میں کھڑے تھے۔

''او کے۔کیا چاہیے آپ کو؟''

''تمہاری وہ ہیئر پن جو تم قدیم ملاکہ سے لے کر آئی ہو۔''

وہ چونکی۔ہاتھ بالوں پہ رینگ گیا۔کان کے پیچھے جوڑے میں اس نے سنہری ہیئر پن لگا رکھی تھی جس کا منہ ہرن کے جیسا تھا۔وہ اس کو ہر روز پہنتی تھی۔

''یہ ہیئر پن؟اچھا تو اتنے ہفتے گزر جانے کے باوجود آپ نے یہ پرچی اس لیے مجھے نہیں دی کیونکہ آپ میری یہ پن دیکھ چکے تھے۔میں آپ کے پاس آئی تب بھی نہیں بتایا اور مجھ سے سودا کرنے کا سوچا کیونکہ میرے بابا کی جادوئی چیزیں چرائی نہیں جا سکتیں۔''

''یہ تمہارے لیے بے معنی سی چیز ہے' پتری تالیہ۔''

''اور آپ کو اس کی ضرورت ہے؟''

''تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہے!'' اس نے پھر سے پرچی دکھائی۔

تالیہ چند ثانیے کو تیکھی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ پھر اس نے سر سے ہیئر پن نوچ کے اتاری اور ذوالکفلی کی طرف اچھال دی ۔اس نے بروقت اسے فضا میں پکڑ لیا اور پھر ستائش سے اوپر اٹھا کے چاندنی میں دیکھا۔ ''بہت مسحور کن!''۔

تالیہ نے رکھائی سے ''میری چیز!'' کہتے ہتھیلی پھیلائی تو ذوالکفلی نے پرچی اس پہ رکھ دی۔ وہ اندر جانے لگی تو وہ بول اٹھا۔

''میرے پاس تمہارے لئے ایک اور انتخاب بھی ہے۔''

''مجھے آپ سے اور کچھ نہیں چاہیے۔'' وہ تلخی سے کہہ کے گیٹ کھولنے لگی۔

''تم چاہو تو میں اس کی یادداشتیں تلف کر سکتا ہوں۔''

لاک کھولتا اس کا ہاتھ تھم گیا۔ وہ بے یقینی سے پلٹی۔ ''تلف؟ مطلب؟''

''وہ بوتل جس میں اس کی یادداشتیں محفوظ ہیں..... اگر میں چاہوں تو وہ تلف ہو سکتی ہیں۔ یوں فاتح رامزل کو کبھی بھی وہ وقت یاد نہیں آئے گا۔''

ایک لمحے کو تو وہ سن رہ گئی۔ پھر چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔ ''اور میں ایسا کیوں چاہوں گی؟''

''ہوسکتا ہے کبھی تمہیں لگے کہ وہ اس سب کو یاد کیے بغیر زیادہ اچھی زندگی گزار سکتا ہے۔ تب شاید تم قربانی دینا چاہو۔''

تالیہ مراد کی آنکھیں بھیگنے لگیں اور جبڑا غصے سے بھنچ گیا۔

''میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گی۔ انہیں وہ سب یاد کرنا ہوگا۔ میرے لئے انہیں ان لمحوں کو واپس لانا ہوگا۔''

''اگر کبھی تم چاہو تو یہ انتخاب تمہارے لیے کھلا رہے گا۔'' اس نے سنہری پن جیب میں رکھی اور مڑ گیا۔ تالیہ نے جھنجھلاہٹ اور غصے سے پیر پٹخ دیا۔

وہ اندر آئی اور لاؤنج کی بتی جلائی۔ پھر چٹ کھول کے دیکھی۔ اس پہ فاتح کی لکھائی میں کچھ ہندسے لکھے تھے۔ اب ان کا کیا مطلب تھا؟ وہ بے بسی سے اسے دیکھے گئی۔

☆......☆......☆

عصرہ اپنے بیڈروم کے کونے میں زمین پہ بیٹھی تھی۔ دیوار سے کمر لگائے' گھٹنوں کے گرد بازو لپٹے وہ اکڑوں بیٹھی' بے آواز روئے جا رہی تھی۔ آنسو تھوڑی سے نیچے ٹپک رہے تھے اور چہرہ ویران لگتا تھا۔

یکدم باہر دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی تو وہ دھیرے سے اٹھی۔ مٹھی سے آنسو پونچھے اور تیز تیز قدموں سے باہر آئی۔

فاتح اپنے کمرے میں جا رہا تھا۔ کوٹ بازو پہ ڈالے' ٹائی ڈھیلی کیے' وہ تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔ آہٹ پہ پلٹا تو اسے دیکھ کے ٹھٹک گیا۔ سامنے کھڑی عصرہ سارے دن کی روئی لگتی تھی۔ اس کی ناک اور آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں اور ان آنکھوں میں اتنا دکھ تھا کہ فاتح کے کندھے ڈھلک گئے۔

''تو ہماری آریانہ اتنے برس پہلے مر گئی تھی فاتح اور تم مجھے آج بتا رہے ہو۔''

''عصرہ....'' اسے اس پہ ترس آیا تھا۔

''تم نے ایسا کیسے کیا فاتح؟'' وہ دکھ سے بولی تو اس نے وضاحت دینی چاہی۔

''عصرہ.... آئی ایم سوری۔ مجھے تمہیں بتانا چاہیے تھا مگر میں.... میں تمہیں پروٹیکٹ کرنے کے لئے....''

''تم نے کیسے یہ سب اکیلے برداشت کیا فاتح؟'' وہ دونوں مٹھیوں میں بال بھینچتے ہوئے بے بسی سے بولی۔ ''تم نے مجھے شریک کیوں نہیں کیا؟ تم تنہا اتنا بوجھ لئے پھرتے رہے اور اتنے سال میں... میں تمہیں اتنی باتیں سناتی رہی؟ تم کیوں کچھ نہیں بولے؟ فاتح .... اوہ فاتح.... تم نے مجھے اتنا ظلم کیوں کرنے دیا اپنے ساتھ؟''

وہ رک گیا۔ سارے الفاظ ختم ہو گئے۔ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔ وہ بالکل ٹوٹی پھوٹی سی لگ رہی تھی۔ اسے لگا تھا وہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گی لیکن وہ تو خود کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں لگ رہی تھی۔

''فاتح.... تم میری ہر بات برداشت کرتے رہے....'' وہ قریب آئی اور گویا عقیدت سے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ ''میں تمہیں آریانہ کے کھو جانے کے لئے ذمہ دار ٹھہراتی تھی۔ میں تمہیں آریانہ کو نہ ڈھونڈنے کے لئے مجرم سمجھتی تھی۔ تم نے ایک دفعہ بھی مجھے نہیں ٹوکا۔ میری زبان نہیں روکی۔ میں زہر اگلتی رہی اور تم اسے پیتے رہے مگر میرے جیسے تلخ نہیں ہوئے۔''

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے اور عصرہ اس کے دونوں ہاتھ پکڑے اپنا ماتھا جھکائے بے بسی سے روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''آریانہ کھوئی تو مجھے لگا ہماری فیملی ٹوٹ گئی ہے وہ نہیں ملی تو مجھے لگا اس کا خیال رکھنے والا باپ بھی کھو گیا ہے اور جیسے تم آریانہ کی حفاظت نہیں کر سکے ایسے ہی میری' سکندر اور جولیانہ کی حفاظت نہیں کر سکو گے۔ اس عدم تحفظ نے مجھے اتنا زہریلا بنا دیا کہ میں اپنی دانست میں تمہیں پہلے جیسا بنانے کے لئے جھنجھوڑتی رہتی تھی۔ یہ خوف کہ میں تم تینوں کو کھو دوں گی اس نے چھ سال تک مجھے اپنا قیدی بنائے رکھا اور آج تم نے مجھے حقیقت بتائی تو پہلے مجھے لگا کہ میرا دل بند ہو جائے گا لیکن اب....'' اس نے آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا اور فاتح کے ہاتھ چھوڑے۔ پھر ہتھیلی کی پشت سے گال صاف کیے اور گردن پوری اٹھائی۔

''لیکن اب.... مجھے لگتا ہے کہ میں آزاد ہوگئی ہوں۔ وہ خوف' وہ بے یقینی کہ میری آریانہ زمانے کی ٹھوکروں پہ ہوگی' وہ سب بلبلے کی طرح اڑ گئی ہے۔ میں تو ایک بلبلے کی قید میں تھی۔ میری آریانہ دربدر نہیں ہے فاتح۔ اسے اللہ تعالیٰ نے سنبھال لیا تھا۔ وہ بہتر جگہ پہ ہوگی۔ تم جانتے ہو میں چھے سال بعد سکون میں آئی ہوں۔ فاتح.... میری آریانہ بہتر جگہ پہ ہوگی۔''

آنسو پھر سے گرنے لگے تو فاتح نے دھیرے سے اسے خود سے لگا لیا۔''آئی ایم سوسوری عصرہ....''

''تم نے کیسے اکیلے برداشت کیا؟ آریانہ کا غم.... میری باتیں.... اوہ فاتح میں نے تمہارے ساتھ کتنا ظلم کیا۔'' وہ اس کے کندھے پہ سر رکھے روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔''میں نے اتنا دکھ دیا تمہیں.... میں نے اتنا پریشان کیا تمہیں۔ تمہارا جھوٹ ہمارے درمیان نہیں آیا تھا۔ میری تنگ دلی آ گئی تھی۔ آئی ایم سوسوری فاتح۔''

وہ اس سے معافی مانگ رہی تھی۔ بار بار.... آنسوؤں میں.... سسکیوں میں اور وہ دم بخود تھا.... اسے لگتا تھا اس سچ کی وجہ سے وہ اسے چھوڑ دے گی مگر.... یہ سچ ان دونوں کے درمیان ساری سرد دیواریں پگھلا رہا تھا۔

''ہم آریانہ کی قبر پہ جائیں گے' فاتح۔'' کچھ دیر بعد وہ دونوں کچن میں میز پہ بیٹھے تھے اور وہ اسے چاول نکال کے دیتے ہوئے تہیہ کر رہی تھی۔ اس کا سرخ ناک اور گلابی آنکھوں والا چہرہ اب دھلا دھلا یا تھا۔ جیسے بارش کے بعد سب صاف ہو گیا تھا۔

''مجھے اپنی آریانہ کی آخری آرام گاہ دیکھنی ہے۔ مجھے اس کا چہرہ بھی دیکھنا تھا۔'' وہ پھر سے غمزدہ ہوئی۔

''اسی لئے میں کسی کو نہیں بتا سکا۔ تم اس کا چہرہ دیکھے بغیر بے چین رہتیں اور میں اس کو دکھا نہیں سکتا تھا....'' وہ چاول چھوڑ کے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے نرمی سے کہہ رہا تھا۔''میں نے اس کی نعش دیکھ کے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ کوئی اس کو نہیں دیکھے گا۔''

''مجھے لگا تھا کبھی یہ خبر آئی کہ آریانہ اس روز مر گئی تھی تو میں مر جاؤں گی۔ میں نے اس خیال سے ہر روز آنکھیں چرائیں مگر آج.... آج میرے غم کو قرار مل گیا ہے۔ اوہ فاتح..... میں خوف سے آزاد ہو گئی ہوں۔'' اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکایا اور آنکھیں موند لیں۔ وہ نرمی سے مسکرایا۔

''ہم ان پہاڑوں میں دوبارہ جائیں گے اور آریانہ کی قبر دیکھیں گے۔ میں ہر سال جاتا ہوں۔ وہاں میں نے ایک درخت اگایا تھا جو اب قد آور ہو چکا ہے۔''

کچن کی کھڑکی سے دیکھو تو وہ دونوں میز پہ ساتھ ساتھ بیٹھے نیم روشن کچن میں رات کے اس پہر دھیمی آواز میں باتیں کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ عصرہ کبھی رونے لگ جاتی' کبھی مسکرا دیتی.... اور وہ نرم مسکراہٹ اور زخمی دل سے آریانہ کی باتیں دہرا رہا تھا....

وہ رات آریانہ کے نام تھی۔

☆......☆......☆

صبح اتنی چمکیلی اور روشن طلوع ہوئی کہ فاتح بن رامزل کے گھر کی ساری کھڑکیاں روشنی کو اندر بہا لے آئیں۔ اس کا کمرہ بھی آج پہلے سے زیادہ منور لگ رہا تھا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی باندھ رہا تھا' اس حال میں کہ دل ہلکا اور لبوں پہ مسکراہٹ تھی جب عکس میں پیچھے کام کرتی عصرہ دکھائی دی۔ سلیپنگ سوٹ پہ بال گول مول باندھے وہ اٹھتے ساتھ ہی کاموں میں لگ گئی تھی۔

''کیا کر رہی ہو صبح صبح؟'' وہ ناٹ باندھتے ہوئے مسکرا کے بولا تو وہ جو ایک باکس میں چیزیں ڈال رہی تھی' مصروف سے انداز میں گویا ہوئی۔

''میں چاہتی ہوں تم اپنی یہ خود ساختہ جلاوطنی چھوڑو اور ہمارے کمرے میں واپس آجاؤ۔ اس کمرے میں تم رات دیر تک کام کرنے کے لئے شفٹ ہوئے تھے۔''

''اور ہماری لڑائیوں کی وجہ سے۔'' فاتح نے چوٹ کی۔

''اب نہیں ہوں گی نا لڑائیاں۔'' وہ آستینیں اوپر چڑھائے اس کا سامان پیک کر رہی تھی۔ ڈھیلے جوڑے سے دو لٹیں نکل کے گالوں پہ جھول رہی تھیں اور اسے مزید دلکش بنا رہی تھیں۔ بڑھتی عمر اور دو بچوں کے باوجود وہ آج بھی ایک حسین اور فٹ عورت تھی۔

''اگر تمہیں رات دیر تک کام کرنا ہو تو تم یہاں آسکتے ہو لیکن رہو گے تم اب 'ہمارے' کمرے میں۔'' ہمارے پہ زور دے کر بولی اور باکس اٹھا لیا۔ ''میں نہیں چاہتی کہ اب ہم اپنے درمیان اتنے فاصلے اور دیواریں حائل رکھیں۔'' پھر مسکرا کے اسے دیکھا۔

''اچھے لگ رہے ہو۔''

''میرے ووٹرز بھی یہی کہتے ہیں۔'' اس نے ٹائی کسی اور بے نیازی سے مسکرا کے کف لنکس پہننے لگا۔ وہ باکس اٹھائے سامنے آئی اور اسے مخاطب کیا۔

''صوفیہ رحمٰن ہماری مجرم ہے' فاتح۔'' وہ سنجیدہ تھی۔

فاتح چونک کے مڑا تو دیکھا' عصرہ کی آنکھوں میں پھر سے تکلیف ابھر آئی تھی۔

''اس کے ساتھ اب ہم وہی کریں گے جس کی وہ مستحق ہے۔ اور جانتے ہو بہترین انتقام کیا ہے؟ ہم خوب محنت کریں گے اور اس کو الیکشن میں ہرائیں گے۔ تم پہلے پارٹی چیئرمین بنو گے' اور پھر وزیرِ اعظم اور میں....'' اپنے سینے پہ انگلی سے دستک دی۔ ''میں وان فاتح تمہارا آخری حد تک ساتھ دوں گی۔ Over a cliff!'' عزم سے دہرایا تو اس کا حوصلہ چٹانوں جیسا محسوس ہوتا تھا۔ وہ پہلی دفعہ دل سے یہ سب کہہ رہی تھی۔ وان فاتح طمانیت سے مسکرا دیا۔

وہ اس کے ساتھ تھی۔

بالآخر ان کے درمیان چھایا غبار چھٹ رہا تھا اور ان دونوں کا مفاد ایک ہو چکا تھا۔

باہر ایک بے حد روشن دن طلوع ہو رہا تھا۔

☆......☆......☆

پریس روم میں رپورٹرز کرسیوں پہ بیٹھے تھے اور منتظر سے کبھی گھڑیاں دیکھتے' اور کبھی ویران پوڈیم کو جہاں بریفنگ کے لئے ابھی تک کوئی نہیں آیا تھا۔ یہ بی این کے آفس میں بنا پریس روم تھا اور وقت مقررہ پہ رپورٹرز پہنچ چکے تھے۔

باہر کھڑی تالیہ دیوار سے ٹیک لگائے دونوں ہاتھوں میں اٹھائی چٹ کو بار بار پڑھ رہی تھی۔ اس پہ لکھے ہندسے اسے کیا بتانا چاہ رہے تھے؟ ایسا کیا انکشاف تھا جو ان فاتح پہ جب ہوا تو وہ تب اسے بتا نہیں سکا تھا؟ ایسا کون سا راز تھا جو اس نے صرف تب تالیہ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا جب اسے لگا کہ ان دونوں کو الگ نہیں ہونا چاہیے؟

''چے تالیہ....رپورٹرز انتظار کر رہے ہیں۔'' فریدہ نے اسے پکارا تو وہ چونکی' پھر گہری سانس لے کر چٹ پرس میں ڈالی۔ اسکرٹ پہ پہنے منی کوٹ کے کالر درست کیے اور خود کو پاکٹ مرر میں دیکھا۔

بیچ کی مانگ نکال کے سنہرا جوڑا بنائے' سادہ چہرے کے ساتھ' وہ سفید اسٹول سر پہ لیے ہوئے تھی۔ کانوں میں قدیم ملاکہ کے ٹاپس اور انگلی کی سرخ یاقوتی انگوٹھی ہنوز موجود تھی البتہ سنہری ہیئر پن ندارد تھی۔

وہ بریفنگ روم میں آئی اور سنجیدہ تاثرات کے ساتھ سیدھی پوڈیم پہ چڑھ گئی۔ ڈائس کے پیچھے کھڑے ہو کے چہرہ اٹھایا اور سامنے بیٹھے صحافیوں اور ان کے کیمروں کو دیکھ کے مسکرائی۔ پھر چہرہ مائیک پہ جھکایا۔

''پچھلے چند دنوں سے ہم میڈیا اور سوشل میڈیا پہ ایمان موسیٰ کے بارے میں ایک مہم دیکھ رہے ہیں۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ایمان کو ادیب سوت نے ہراس کیا جبکہ زیادہ تر لوگ جو حقیقت سے واقف ہیں وہ گواہی دے رہے ہیں کہ ایمان نے خود منیر الکلام کو ہراس کیا جس کی وجہ سے مجھے اسے نوکری سے فارغ کرنا پڑا۔'' وہ ٹھوس لہجے میں کہہ رہی تھی۔ تصاویر اتر رہی تھیں اور بار بار فلیش لائٹ اس کی آنکھوں میں پڑتی تھی جو بصارت کو چندھیا دیتی تھی۔

''آج بہت افسوس سے مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ایمان نے ایک غلط الزام لگا کر ''می ٹو'' کی اس مہم کو جو دنیا بھر میں مظلوم خواتین اور مردوں کی آواز بن رہی تھی' نہ صرف نقصان پہنچایا اور خود کو تماشا بنایا بلکہ ان عورتوں کی بھی توہین کی جو ہر روز حقیقتاً ہراس کی جاتی ہیں مگر ہراس منٹ کے خلاف کھڑی ہونے پہ لوگوں کی متوقع باتوں سے ڈرتی ہیں۔'' وہ بلند آواز میں دائیں سے بائیں رپورٹرز پہ نگاہیں دوڑاتی کہہ رہی تھی۔

''ہراس منٹ ہوتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ البتہ ایمان نہ تو ای میلز پیش کر سکیں نہ کوئی دوسرا ثبوت' مگر اکثر ہراس منٹ کیسز میں ثبوت واقعی نہیں ہوتا۔ ایسے میں ہم کس کا اعتبار کریں؟ تو جواب صاف ہے۔ ہمیں الزام لگانے والے کی کریڈیبلٹی دیکھنی ہوتی ہے اور

افسوس کہ میرے پاس جو ڈاکومنٹ ہے، وہ اس بات کی تصدیق کرے گا کہ ایمان ایک عادتاً اور پیشہ ور 'وسل بلور' ہیں۔"

تالیہ نے مڑتے ہوئے ننھے ریموٹ کا بٹن دبایا تو دیوار پہ لگی پروجیکٹر اسکرین چمک اٹھی۔ اس پہ ایک ڈاکومنٹ دکھایا جانے لگا جس کی چند سطور ہائی لائٹ کی گئی تھیں۔

رپورٹرز گردنیں اونچی کر کے دیکھنے لگے۔ تالیہ اب اسکرین کی طرف اشارہ کر کے بتا رہی تھی۔

"ایمان اس سے پہلے جہاں کام کرتی تھیں وہاں بھی ان کو اسی وجہ سے نکالا گیا تھا کیونکہ انہوں نے ایک کولیگ کو دھمکی دی تھی کہ وہ وسل بلوور بن کے اس کے خلاف ہراس منٹ کی مہم چلائیں گی۔ انہوں نے یہی کام یہاں بھی کیا۔ اس کاغذ کے بعد کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے کہ کون جھوٹ بول رہا ہے، اور کون سچ۔"

کمرے میں دبی دبی جوشیلی لہر اٹھی۔ رپورٹرز تیز تیز لکھنے لگے۔ ایک دم سارا کھیل الٹ گیا تھا۔

(وسل بلوور اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے ہی ادارے کے اندر کسی کرپشن یا ناجائز کام کی نشاندہی کرتا ہے۔ لیکن دنیا بھر میں کسی وسل بلور کی بات تب تک مانی جاتی ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ "عادی وسل بلور" ہے۔ اگر وہ پہلے بھی کسی ادارے کے ساتھ یہ کر چکا ہے تو وہ اس کی ساکھ وہیں راکھ کا ڈھیر بن جاتی ہے اور اسے عدالت میں بھی ایک بلیک میلر سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا جاتا۔)

پی این کے اسٹافرز اب اس ڈاکومنٹ کی کاپیاں ایوان میں موجود صحافیوں میں بانٹ رہے تھے۔ صحافیوں کا جوش مزید بڑھ چکا تھا۔

تالیہ باہر نکلی تو اسٹاف ممبرز اس کو مبارکباد دینے لگے مگر وہ مغموم مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ کل سے اس کا دل یونہی اداس تھا کیونکہ کل تک "وہ" اداس نظر آیا تھا۔

البتہ اب اس نے فاتح کے آفس کے دروازے سے اندر جھانکا تو وہ خوشگوار موڈ میں لیپ ٹاپ پہ کام کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ اسے دیکھ کے مسکرایا اور اندر آنے کا اشارہ کیا تو تالیہ کے چہرے پہ حیرت بکھر گئی۔

"آپ خوش لگ رہے ہیں۔" وہ اندر آئی اور پیچھے دروازہ بند کیا۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا۔" اس نے لیپ ٹاپ پرے ہٹایا اور یوں بتانے لگا جیسے کسی دوست سے جلد از جلد شیئر کرنے کی بے چینی ہو۔ "ہمارے درمیان سے جھوٹ نکل گیا اور یوں لگتا ہے کہ برکت پھر سے آ گئی۔"

"یعنی مسز عصرہ نے آپ کو معاف کر دیا؟" وہ اسے بغور دیکھتی قریب آئی اور کرسی کے پاس رک گئی۔ بیٹھی نہیں۔

"نہ صرف یہ بلکہ مجھے لگ رہا ہے مجھے پہلے والی عصرہ واپس مل گئی ہے۔ تاشہ میں اتنے سال بعد آج کتنا خوش اور مطمئن محسوس کر رہا ہوں، تم اندازہ بھی نہیں کر سکتیں۔" اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ جیل سے بال دائیں طرف کو جمائے، وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس وجیہہ سا سیاستدان واقعی بے حد خوش لگ رہا تھا۔

تالیہ مراد اسے دیکھے گئی۔ اس کے اندر بہت کچھ بجھ سا گیا تھا۔

''اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے' سر۔'' دعا دل سے دی مگر خوش دل سے نہیں۔

''لیکن ابھی ہمیں بہت کام کرنا ہے۔ زیادہ خوشی اور اطمینان آ جائے تو انسان جنگیں نہیں جیتا کرتا۔ یہ تم نے ہی کہا تھا۔''

وہ اب فائلز ریک سے ایک فائل نکالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔''تم ایک کام کرو۔ اس رپورٹ کو دوبارہ سے پڑھو اور پیراگراف تھری میں....''

''وہ آپ کی بہن تھی۔''

الفاظ تھے یا کیا' وان فاتح چہرہ اٹھا کے اسے دیکھنے لگا۔ آنکھیں تالیہ کی آنکھوں پہ ٹھہر گئیں۔ کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

''آریانہ.....''اس نے دہرایا۔''وہ آپ کی بیٹی نہیں تھی۔ وہ آپ کی بہن تھی۔''

وہ کھڑے کھڑے دھیرے سے بولی تو فضا میں کوئی مغموم سا نغمہ بج اٹھا۔ فاتح نے فائل پرے دھکیلی اور پیچھے کو ٹیک لگائی۔''بیٹھو!''

''مجھے میرے انویسٹی گیٹر نے بتایا ہے۔ حالم نے''اس نے بیٹھتے ہوئے بتایا۔

یہ نہیں کہا کہ گزشتہ شام میں نے آپ کے فون کو ہتھیا کے آپ کی ای میلز پڑھی ہیں۔ آریانہ کا راز کھوجنا مشکل نہیں تھا۔ فاتح کی ای میلز میں آریانہ کے نام سے سرچ کیا تو وہ تمام ای میلز کھل گئیں جن میں کبھی آریانہ کا کہیں ذکر ہوا تھا۔

فاتح اور اس کے والد رامزل کے درمیان عرصہ پہلے کی ایک ای میل ان میں سب سے اہم تھی جس کو پڑھ کے ساری کہانی سمجھ میں آ جاتی تھی۔

''ہاں۔ وہ میری بہن تھی۔''اس نے دھیرے سے اعتراف کیا۔ نظریں میز پہ رکھے پین ہولڈر پہ جم گئیں۔

''جب عرصہ پہلے اشعر کی پارٹی میں' میں نے وہاں بیٹھے ہر شخص کے باپ کا ذکر کیا تھا اور آپ کے والد کے بارے میں کہا تھا کہ وہ ایک وکیل تھے' معزز اور خوشحال تھے مگر کافی شاطر اور گھاگ بھی تھے۔ لوگوں کو خوش رکھتے تھے' تو آپ کو اچھا نہیں لگا تھا۔''

''کیونکہ یہ سچ تھا۔''وہ تالیہ کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ نظریں پین ہولڈر پہ جمی تھیں۔

''میں اپنے بابا کے بارے میں ہمیشہ سے حساس رہا ہوں۔ شاید یہ ڈر بھی تھا کہ کوئی جان نہ لے۔''وہ ٹھہر ٹھہر کے بول رہا تھا۔ جیسے خدشات اور تحفظات کے تحت بار بار رک جاتا ہو مگر پھر.....تالیہ کو نجانے کیوں خود کو اتنا آرام دہ محسوس کرنے لگا تھا کہ کہتا گیا۔

''وہ مضبوط کردار کے آدمی نہیں تھے۔ کسی حد تک جابر بھی تھے اور ایسے تعلقات کا جبر ان نئی معصوم روحوں کو وجود میں لے آتا ہے جن کو معاشرہ گناہ اور والدین بوجھ گردانتے ہیں۔ آریانہ کی ماں ان کے آفس میں کام کرنے والی ایک پیرالیگل تھی۔''وہ پین ہولڈر کو دیکھتے ہوئے زخمی لہجے میں بتا رہا تھا۔

''بابا کا اس سے پیچیدہ سا تعلق تھا۔کبھی دونوں ساتھ ہوتے اور کبھی ساتھ چھوڑ جاتے۔جب آریانہ پیدا ہوئی تو وہ عورت اسے میرے دروازے پہ چھوڑ گئی کیونکہ بابا واپس ملائیشیا فرار ہو چکے تھے۔وہ بزدل تھے اور حالات کا سامنا کرنے کو تیار نہیں تھے۔آریانہ اس وقت دو ماہ اور بائیس دن کی تھی۔میں نے تب سے اسے سنبھالا اور پھر اسے کسی اور کو نہیں دے سکا۔''

وہ چپ ہوا تو وہ جواب سامنے بیٹھ چکی تھی' دھیرے سے بولی۔''اور اسی لیے آپ نے عصرہ سے شادی کی؟''

''ایک اکیلے آدمی کے لئے چھوٹا بچہ سنبھالنا جتنا کٹھن تھا' اتنا ہی میرے لئے بھی تھا اور میں اس وقت اسٹیٹ اٹارنی کے آفس میں ہوتا تھا۔اس کو دنیا سے چھپانا بھی مشکل تھا۔مگر پھر مجھے عصرہ مل گئی۔''اس کے اداس چہرے پہ مغموم مسکراہٹ کھل گئی۔

''عصرہ سے میں نے سب سے پہلے اس راز کو شیئر کیا تھا۔وہ وہاں ایک بہت قابل وکیل تھی اور میری اچھی دوست بھی تھی۔اس نے بچی کو نہ صرف سنبھالا بلکہ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ میں صرف آریانہ کی وجہ سے اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں' اس نے میرا ساتھ دیا۔ہم آریانہ کے لئے ایک ہوئے اور پھر آریانہ کی وجہ سے ہی الگ ہو گئے۔عصرہ کو آریانہ مجھ سے زیادہ عزیز تھی۔''

''اور اب آپ دونوں اکٹھے ہو گئے ہیں۔گڈ۔'' وہ بولی تو اس کی مسکراہٹ میں ایسی تلخی تھی جو فاتح کو اس وقت محسوس نہ ہوئی۔وہ اپنی رو میں کہہ رہا تھا۔

''آج جس طرح ہم دوبارہ آریانہ کی وجہ سے اکٹھے ہوئے ہیں' مجھے اس بات پہ شرمندگی ہے کہ میں نے اسے پہلے کیوں نہیں بتایا۔وہ ان دنوں بہت بیمار تھی اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا' لیکن نہ بتا کے بھی میں نے اسے کھو تو دیا۔''اس نے بالآخر پین ہولڈر سے نظریں اٹھا کے مغموم آنکھوں سے تالیہ کو دیکھا جو کرسی پہ بیٹھی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ سن رہی تھی۔

وہ خاموش ہوا تو شہزادی تاشہ بنتِ مراد بڑے اطمینان سے بولی۔

''یہ بکے گا۔''

فاتح نے ابرو ناسمجھی سے بھینچے۔''کیا؟''

''آریانہ کی اسٹوری بکے گی' سر!'' پروفیشنل خشک سا انداز۔فاتح ایک دم کرسی پہ سیدھا ہوا۔اسے واقعی اس قسم کے رویے کی توقع نہیں تھی۔''ایکسکیوز می؟''

''سر میں یہ سب اس لئے نہیں پوچھ رہی تھی کہ میں آپ کی دوست یا محرم راز ہوں یا مجھے آپ کی ذاتیات سے دلچسپی ہے۔میں تو آپ کی کیمپئین مینیجر ہوں!(سرد مہری سے شانے اچکائے) اور مجھے آپ سے یہ سب اگلوانا تھا۔ایک دفعہ آپ نے آریانہ پہ بات کر لی تو اب آئندہ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ اگر آپ کو الیکشن جیتنا ہے تو بی این کے ڈھائی لاکھ ووٹرز سے ہمدردی کا ووٹ ہمیں لینا ہو گا۔''

نپا تلا' جمع تفریق کا حساب رکھتا سا انداز تھا تالیہ کا۔یہ چند منٹ پہلے والی تالیہ نہیں لگ رہی تھی۔

فاتح کے ماتھے پہ سلوٹیں پڑیں۔ اسے اپنے جذبات کی شدید توہین محسوس ہوئی تھی۔

''ہرگز نہیں۔ دماغ درست ہے تمہارا؟ میں اپنی بیٹی کا نام استعمال نہیں کروں گا۔ مجھے کسی کی ہمدردی نہیں چاہیے۔'' برہمی سے خیال رد کیا۔ وہ آرام دہ احساس' وہ دوست جیسی تالیہ....وہ ساری فضا یکسر بدل گئی تھی۔

''یو نو...جب آپ نے آریانہ کا ذکر کیا تو آپ کی دائیں آنکھ کے کنارے پہ ہلکا سا پانی تھا۔ یہ بہت بکے گا' سر۔'' وہ ایک نوٹ پیڈ اٹھا کے قلم سے اس پہ مصروف انداز میں لکھنے لگی۔ ''آپ کی کیمپین مینیجر ہونے کے ناتے میری جاب یہ تھی کہ میں آپ کے اندر کے خوف کو باہر لاؤں۔ اب آپ میری بات ٹھنڈے دل سے سنیں۔'' وہ پوائنٹس لکھتے ہوئے سپاٹ انداز میں کہہ رہی تھی۔ فاتح کے ماتھے پہ چکنوں کا جال بڑھتا جا رہا تھا۔

''یہ جو ابھی آپ نے آریانہ کا ذکر کیا.....یا جس طرح کل آپ نے عصرہ سے اسے ڈسکس کیا ہوگا....یہ کام آپ کو میڈیا پہ جا کے بھی کرنا ہوگا۔ اشعر کی اپروچ غلط تھی۔ صوفیہ رحمٰن پہ الزام لگائے بغیر بھی ہم لوگوں کو جذباتی کر سکتے ہیں۔ یہ اداکاری نہیں ہے' یہ tactic ہے۔ میں مسز عصرہ اور آپ کا شام میں انٹرویو شیڈیول کروا رہی ہوں۔ اور تقریباً پندرہ منٹ آپ کو آج آریانہ پہ بات کرنی ہوگی۔''

''تم نے سنا بھی ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ میں ایسا نہیں کروں گا۔''

تالیہ میز پہ دونوں ہتھیلیاں رکھ کے اس کی طرف جھکی اور خفگی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''اس روز پارٹی میں وزیرِاعظم صاحبہ مجھ سے کیا کہہ رہی تھیں جانتے ہیں آپ؟ وہ کہہ رہی تھیں کہ وہ جانتی ہیں آریانہ آپ کی بیٹی نہیں تھی۔''

فاتح کے ماتھے کی شکنیں غائب ہوئیں۔ وہ چونک کے پیچھے ہوا۔ ''واٹ؟''

''اور اگر صوفیہ رحمٰن یہ جانتی ہے تو وہ اسے ہمارے خلاف استعمال کرے گی جس کا مطلب ہے' سر....یہ آپ کا وہ راز ہے جو بوجھ بنتا جا رہا ہے۔ اور اسی قسم کے کرائسز سے نپٹنے کے لیے سیاستدان کیمپین مینیجرز کو ہائر کرتے ہیں کیونکہ میرے جیسے لوگ غیر جذباتی ہو کے سارے معاملے کو دیکھتے ہیں۔ اگر آپ کو وزیرِاعظم بننا ہے تو آپ کو میری بات ماننی ہوگی۔''

''تم چاہتی ہو میں سارے میڈیا پہ اپنی بیٹی کا نام لے کر جذباتی ہوں؟ مجھے اس طرح کمزوری کا اظہار کرنا سخت برا لگتا ہے۔''

''تو پھر انتظار کرتے ہیں تاکہ صوفیہ رحمٰن ایک نیا شوشہ چھوڑے کہ وان فاتح نے الیکشن کمیشن میں جس لڑکی کو اپنی بیٹی ظاہر کیا ہے وہ اس کی بیٹی نہیں ہے۔ یوں آپ نے جھوٹ بولا ہے اور آپ کو نااہل کر دینا چاہیے۔''

نقطہ ایسا تھا کہ وہ خاموش ہو گیا۔

''سر آپ نے ایک جھوٹ بولا ہے دنیا سے اور اب آپ کو اس کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس جھوٹ کے بلبلے میں صوفیہ رحمٰن کو دھنک کے

ساتوں رنگ نظر آرہے ہیں۔ آپ اس بلبلے کو خود سے پھاڑ کے ملکہ عالیہ کو بتا کیوں نہیں دیتے کہ آریانہ آپ کی کمزوری نہیں، آپ کی طاقت ہے۔'' پھر سیدھی ہوئی اور سپاٹ سے انداز میں بولی۔ ''میں نے آپ کو الیکشن جتوانا ہے سر۔ اور اب آریانہ کو استعمال کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اور پلیز..... جذباتی مت ہوں۔ سیاست میں جذبات کی کوئی جگہ نہیں ہے۔'' پھر نوٹ پیڈ کا لکھا ہوا صفحہ پھاڑ کے اس کے سامنے رکھا۔

''انٹرویو کے پوائنٹرز! اور آئی ایم سوری اگر آپ کو میری کوئی بات بری لگی ہو۔''

''ظاہر ہے مجھے بری لگی ہے۔'' وہ برہمی سے بولا۔ ''تمہیں کیسا لگتا اگر میں تمہارے گھر پہ آ کے اس رات تمہارے شوہر کا ذکر سننے کے بعد یہ کہتا کہ تمہیں اس چیز کو استعمال کرنا چاہیے؟''

وہ تلخی سے مسکرائی۔ ''مجھے اپنے شوہر کے ذکر پہ اب نہ اچھا لگتا ہے نہ برا۔ کیونکہ وہ اب کسی دوسری عورت کی طرف مائل ہو چکا ہے اور میں بہت جلد اسے اس رشتے سے آزاد کر دوں گی۔''

اس کے انداز میں کچھ تھا کہ فاتح کے ماتھے کے بل غائب ہونے لگے البتہ اس نے کچھ کہے بغیر ناخوشی سے وہ کاغذ اٹھا لیا۔

باہر آ کے اس نے دونوں ہاتھوں سے پہلے تو کنپٹیاں دبائیں پھر سامنے دیکھا تو اس کی میز کے کونے پہ شہزادی تاشہ بیٹھی تھی۔ اپنا جامنی کامدار لباس پھول کی طرح پھیلائے، گھنگریالے بال دائیں کندھے پہ آگے ڈالے، ہیروں کا تاج سر پہ سجائے، وہ ناگواری سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''تم ان دونوں کو ساتھ دیکھ کے خوش بھی نہیں ہوتیں لیکن ان کے انٹرویوز بھی پلان کرتی رہتی ہو۔ تم کیا کر رہی ہو تالیہ؟'' شہزادی نے زچ ہو کے کہا تو وہ چپ چاپ کرسی پہ آ بیٹھی۔

(ہاں۔ نہیں ہوں میں خوش۔)

''تو کچھ کرو۔ ان دونوں کو دور کرنے کے لئے کچھ کرو۔'' شہزادی نے اکسایا۔

''پیاری شہزادی تاشہ.....'' اس نے سیٹ سے ٹیک لگا دی اور ایک قلم دونوں انگلیوں میں گھمانے لگی۔ ''میں ایک خوش باش لڑکی ہوا کرتی تھی جو اپنی مرضی سے جیتی تھی اور اپنا مطلب نکالنا جانتی تھی۔ مجھے جو چاہیے ہوتا تھا وہ میں ہر قیمت پہ حاصل کر لیتی تھی۔ Cat burglar بن کے دروازے کے نیچے سے گھس جاتی یا grifter بن کے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے چکما دے ڈالتی۔ لیکن پھر میرے ساتھ ایک حادثہ ہو گیا۔''

''وقت نے تمہارے ساتھ دھوکہ کر دیا۔ ہے نا؟'' شہزادی افسوس سے بولی۔

''نہیں۔ حادثہ یہ نہیں تھا کہ وقت نے مجھ سے فاتح کو چھین لیا۔ حادثہ یہ تھا کہ میرے اندر 'غلط' اور 'صحیح' کی پہچان پیدا ہو گئی۔ اور یہ ایک بہت بھاری طوق ہے جو میری گردن میں پڑ گیا ہے۔ میں تمہارے زریں اقوال پہ عمل نہیں کر سکتی کیونکہ اب مجھے 'غلط' اور 'درست' کا

فرق معلوم ہے۔میں اگر اب غلط کام کروں گی تو میری اپنی نظروں میں کوئی عزت نہیں ہوگی' تاشہ۔کچھ تو ہو میری شخصیت میں جو تالیہ کو تالیہ کی عزت کرنے پہ مجبور کرے۔کوئی تو بات ہو جس کے باعث تالیہ فخر سے کہا کرے' کہ تالیہ ایسی نہیں ہے۔اگر میں بھی ورک پلیس پہ رشتے قائم کرنے لگ جاؤں گی تو میرے اور ایمان موسیٰ میں کیا فرق رہے گا؟''

اور اندر جاری جنگ اس لمحے بالکل خاموش ہوگئی۔

اس کی نظروں کے سامنے وہ خوبصورت شاہانہ سی شہزادی ریت کا ڈھیر بن گئی۔

اس کے ناخوش دل کو بالآخر سکون مل گیا تھا۔

دستک ہوئی تو وہ چونکی۔اشعر چوکھٹ میں کھڑا تھا۔گرے سوٹ میں ملبوس وہ سارے دن کے کام سے اب فارغ ہوا تھا البتہ اس کا بلاوا ملتے ہی فوراً آ گیا تھا۔

''آپ نے ٹیکسٹ کیا تھا کہ آپ کے پاس کیمپئین کے لئے ایک پلان ہے۔'' وہ اس کی میز کے سامنے آ رکا۔تالیہ ابھی تک سیٹ کی پشت سے نڈھال سی ٹیک لگائے ہوئے تھی' اس سوال پہ سیدھی ہوئی اور مسکرائی۔

''جب ٹیکسٹ کیا تھا تو اتنی تھکی ہوئی نہیں تھی کہ بتانے کی ہمت نہ کرسکوں۔''

''اوہ آپ کو بریفنگ نے تھکا ڈالا ہے۔یوں کرتے ہیں' میں آپ کے لئے کافی لاتا ہوں اور ہم پھر پلان ڈسکس کرتے ہیں۔'' وہ خوش دلی سے بولا تو تالیہ مسکرا دی۔

''شیور!'' اشعر بھی مسکرایا اور مڑ گیا۔پھر لمحے بھر کو رکا۔

ایک تاسف سا تھا جو اس کے چہرے پہ ابھرا تھا۔

(کیا میں نے جلدی کردی؟ مگر نہیں۔میرا یہ عمل بے ضرر ہے۔اور میں نے یہ سب اپنی بدنیتی کی وجہ سے نہیں کیا۔جس کے کہنے پہ کیا ہے' اگر کچھ غلط ہوا تو اس کی ذمہ داری ''اس'' پہ ہوگی۔لیکن کیا غلط ہوسکتا ہے بھلا؟ تالیہ ایک سوشلائیٹ ہے۔اس کے خلاف کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔وہ یہاں کام کرتی رہے گی۔کچھ نہیں ہوگا اسے۔)

خود کو مطمئن کرنے کے لئے تسلی دی اور آگے بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

فہمی بن سلام ہوٹل کے کمرے میں کھڑا تھا۔بیگ بیڈ پہ کھلا رکھا تھا اور وہ سست روی سے اس میں سامان ڈال رہا تھا جب گھنٹی بجی۔اس نے شرٹ قریباً گول مول کر کے پھینکی اور دروازے تک آیا۔سوراخ سے جھانکا تو گہری سانس حلق سے خارج ہوئی۔دانت کچکچائے اور دروازہ کھولا۔

''تم نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔''

برہمی سے سامنے کھڑے ایڈم کو دیکھا تو ایڈم نے جلدی سے ایک فریم اوپر کر کے دکھایا۔''یہ فریم اچھا ہے؟''

فہمی رک گیا۔اس بھورے فریم میں اس کے بچپن کی وہی تصویر لگی تھی جو وہ اس دن لئے پھر رہا تھا۔

''یہ تمہیں کہاں سے ملی؟''مشکوک انداز میں پوچھا۔

''آپ کے فیس بک سے۔''سادہ سے جواب آیا۔''اب میں اندر آجاؤں؟''

فہمی نے ہلکا سا سر جھٹکا اور کندھے اچکائے۔''پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس۔''اور راستہ چھوڑ دیا۔ایڈم نے فریم اسے دیا اور خود اندر چلا آیا۔فریم واقعی بہت خوبصورت اور سادہ تھا۔اس کے ماں باپ جیسا۔

فہمی دروازہ بند کرنے لگا تھا جب ایک بھاری بھرکم گھنگریالے بالوں والی ہوٹل میڈ ٹرالی دھکیلتی لے آئی۔

''سر.....آپ نے کھانا آرڈر کیا تھا۔''یونیفارم میں ملبوس داتن نے معصومیت سے کہا تو فہمی نے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

''میں نے کہا تھا گھنٹے تک لانا۔خیر۔آجاؤ۔''

کمرے میں سامنے سٹنگ ایریا بنا تھا جہاں ایک صوفے پہ ایڈم بیٹھ چکا تھا۔داتن اور اس نے نظر نہیں ملائی۔وہ بس ٹرالی میز تک لے آئی اور سست روی سے برتن نکالنے لگی۔

''جلدی بولو۔کیا کہنا ہے۔''فہمی اس کے دائیں ہاتھ صوفے پہ آکے بیٹھا اور سنجیدگی سے بولا۔اس کے انداز میں عجلت تھی۔بیڈ پہ کھلا رکھا بیگ اس بات کا غماز تھا کہ وہ واپس جانے کی تیاری میں تھا۔

''مجھے صرف ایک فیچر اسٹوری ہی تو لکھنی ہے' فہمی بھائی۔اگر آپ مجھے کوئی Insider's scoop دے دیں تو میں بھی آپ کے لئے کچھ کرسکتا ہوں۔''

''اچھا مثلاً کیا کرو گے تم میرے لیے؟''

''میں جانتا ہوں کہ آپ کے والدین اور آپ کی ناراضی.....''

''ناراضی چل رہی ہے اور اب تم کہو گے کہ تم ہماری صلح کرواسکتے ہو۔اور پھر تم مجھے ایک لمبی Pep talk دو گے کیونکہ تمہارے خیال میں تمہاری ایمان افروز باتیں سن کے میں فوراً سے اچھا آدمی بن جاؤں گا۔اور اپنی جاب چھوڑ کے اپنے والدین کو منالوں گا۔ساتھ میں تم یہ بھی کہو گے کہ تم میرے لئے میرے والدین سے بات کرنے کے لئے بھی تیار رہو۔اور یوں میری مدد کے بدلے میں تم مجھے ایک ہیپی اینڈنگ دے دو گے۔یہی کہنا ہے یا کچھ اور بھی؟''

ایڈم تو ایڈم' برتن لگاتی داتن کا منہ بھی کھل گیا۔اس نے بے اختیار ایڈم کو دیکھا جس کا سارا لائحہ عمل اور تیار کردہ 'ایمان افروز' تقریر

اس وکیل نے ایک چٹکی میں غارت کر دی تھی۔ایڈم نے تقریر کرنا تھی اور داتن نے ساتھ میں کچھ لقمے دینے تھے لیکن وہ کوئی بہت دانا' بہت شاطر نوجوان تھا اور غالباً ایک نظر میں مقابل کو پڑھنا جانتا تھا۔

''میں....'' ایڈم نے تھوک نگلا۔''واقعی آپ کو ایک لمبی Pep talk دینے ہی آیا تھا۔مگر....'' اور پھر وہ ٹھہر گیا۔فہمی نے البتہ ہاتھ جھلایا۔

''مجھے بالکل بھی کسی Pep talk کی ضرورت نہیں ہے۔تمہارا بہت شکریہ۔اب تم جا سکتے ہو۔''

ایڈم خاموشی سے اٹھا اور 'سلام' کہہ کے میز کے سائیڈ سے اس طرف نکل آیا۔فہمی کے سامنے سے گزرا اور آگے بڑھا۔پھر رکا۔

''میں کہہ رہا تھا کہ میں ایک تقریر کرنے ہی آیا تھا مگر اندر آ کے میں نے بھاشن دینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا فہمی صاحب کیونکہ مجھے سمجھ آ گیا تھا کہ یہ میری ''غلطی'' تھی۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے برق رفتاری سے جیب سے ٹیزر نکالا اور ایک دم پلٹ کے فہمی پہ جھپٹا۔فہمی اس کے لئے تیار نہ تھا۔ٹیزر کا شاٹ اسے لگا اور وہ بے دم ہو کے صوفے پہ ڈھیر ہو گیا۔

''ایڈم!'' داتن ٹرالی چھوڑ کے دو قدم پیچھے ہٹی۔منہ کھل گیا۔''یہ کیا کیا تم نے؟''

''یہ تھی میری غلطی' داتن۔'' وہ جھکا اور اس کے ہاتھ پیر سیدھے کرنے لگا۔''میں خزانے کے غار کی حفاظت کرنے والوں پہ ترس کھا لیتا تھا اور مجھے لگتا تھا کہ وہ میری ایک pep talk سے سیدھے راستے پہ آ جائیں گے۔مگر....لوگ سیدھے راستے پہ صرف تب آتے ہیں جب ان کے اندر سے آواز آتی ہے۔ہو سکتا ہے یہ شخص بھی ہدایت پا لے' اور برے کام چھوڑ دے مگر کم از کم ایک نشست میں یہ ممکن نہیں۔جو تیر میں اس وقت کموڈو ڈریگن پہ نہیں چلا سکا تھا' وہ آج میں نے چلا دیا۔دشمن پہ میدان جنگ میں ترس نہیں کھاتے۔بڑی فتوحات پانے کے لئے کبھی کبھی بے رحمی سے کام لینا پڑتا ہے۔''

اس نے فہمی کی جیب سے اس کا فون نکالا اور اسکرین روشن کی۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر تمہیں اس کا فون ہی چاہیے تھا تو وہ میں ایسے بھی چرا سکتی تھی۔''

''تو اس کا لاک کیسے کھولتیں اور آئی کلاؤڈ کا پاسورڈ کیسے بدلتیں؟'' ایڈم نے فاتحانہ مسکراہٹ سے اسے دیکھا اور پھر فہمی کے بے سدھ ہاتھ کا انگوٹھا آئی فون پہ لگایا۔فون کھل گیا۔اب وہ جلدی جلدی پاسورڈز تبدیل کر رہا تھا۔داتن دم بخود تھی۔

''جب یہ ہوش میں آئے گا تو اس کی فلائیٹ کا وقت قریب ہو گا۔یہ فون کے لئے رکے گا نہیں۔اگر رکا اور ہماری شکایت کی بھی سہی تو تب تک ہم ملاکہ سے نکل چکے ہوں گے۔'' وہ جلدی جلدی فون پہ انگلی پھیرتا ضروری تبدیلیاں کر رہا تھا۔

''فائینڈ مائی آئی فون آف کر دیا ہے۔آئی کلاؤڈ میل سے آئی کلاؤڈ کا پاسورڈ بدل دیا ہے۔اس کی ورک ای میل بھی کھلی پڑی

ہے۔گڈ۔اب اس کی میلز سے کچھ تو ملے گا جو میری فیچر اسٹوری کو چار چاند لگا سکے۔او کے اب بھاگیں۔'' فون جیب میں ڈالتا اٹھا تو داتن اسے ہنوز پوری آنکھیں پھیلا کے دیکھ رہی تھی۔

''تم یہ سب کیا کر رہے ہو؟''

''ایڈم بن محمد آج سے چور بن رہا ہے۔'' اس نے جیب میں رکھا چوری کا فون تھپتھپا کے محسوس کیا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔داتن نے جھرجھری لے کر ٹرالی سنبھالی۔اب وہ دونوں عجلت میں باہر نکل رہے تھے جبکہ فہمی صوفے پہ بے سدھ پڑا تھا۔

☆......☆......☆

اسٹوڈیو کے سارے کیمرے اس قطعے کی عکس بندی کر رہے تھے جہاں دو صوفے رکھے تھے۔ایک پہ فاتح اور عصرہ براجمان تھے اور ان کے سامنے سنگل صوفے پہ اینکر بیٹھا ہاتھ میں کارڈز اٹھائے سوال پوچھ رہا تھا۔

پسِ منظر میں پھیلی ساری دیوار اور فرش طوطے جیسے سبز رنگ کا تھا کیونکہ بعد میں کمپیوٹر پروگرامنگ کے ذریعے اس پہ کوئی منظر بنا دیا جانا تھا۔عموماً تمام اسٹوڈیوز کی شوٹنگ ایسی سبز دیواروں میں ہوتی ہے اور اسکرین پہ بعد اپنی مرضی کا پسِ منظر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔

ہر طرف ہرا رنگ کیمرہ مین کے عقب میں کھڑی تالیہ کی طبیعت پہ گراں گزر رہا تھا۔ہرا فرش۔ہری دیوار۔اُف۔اس نے جھرجھری لی۔وہ انٹرویو دیتے فاتح اور عصرہ کے عین سامنے کھڑے کیمرہ مین کے عقب میں کھڑی تھی۔نیلی لمبی قمیض پہ چھوٹا سفید کوٹ پہنے ہوئے تھی جس کے آستین کہنیوں تک ختم ہو جاتے تھے' وہ سینے پہ بازو لپیٹے' تنقیدی نظروں سے جاری انٹرویو کو دیکھ رہی تھی۔

چونکہ وہ کیمرہ مین کے پیچھے تھی تو کیمرے کی اسکرین میں اسے جو لائیو نظر آ رہا تھا اس میں فاتح اور عصرہ کے عقب میں سبز دیوار کی جگہ ایک خوبصورت ساحل سمندر کا منظر بنا تھا۔نظر اٹھا کے اصل منظر دیکھو تو ہر طرف سبز دیواریں تھیں۔

ٹی وی اسکرین بھی کیسے دھوکے بُنتی رہتی ہے۔ہوتا کیا ہے اور دکھایا کیا جاتا ہے۔

''تو آپ کو علم تھا آریانہ کے بارے میں؟'' دفعتاً اس نے آہستہ سے ساتھ کھڑے اشعر سے سرگوشی کی۔

اشعر بھی سوٹ کی بجائے جینز پہ نیلی شرٹ میں ملبوس تھا اور آستین پیچھے کو موڑ رکھے تھے۔ان دونوں کی نیلی شرٹس پہ کمپیئن کے نعرے اور لوگو وغیرہ پرنٹڈ تھے۔یوں وہ دونوں فیلڈ ڈے کے لحاظ سے تیار ایک جیسے لگ رہے تھے۔

''بالکل مجھے اور بابا کو علم تھا مگر ہمیں اس سے فرق نہیں پڑتا تھا۔'' وہ دھیرے سے بولا۔''آریانہ ہمارے لئے ہماری اپنی بیٹی ہی تھی۔آبنگ اور کا کا سے میرے لاکھ جھگڑے ہو چکے ہیں' مگر آریانہ کی محبت میرے دل سے کوئی کم نہیں کر سکتا۔''

تالیہ نے نظریں موڑ کے بس اسے دیکھا اور پھر واپس اپنے سیاسی کپل کو دیکھنے لگی۔(ایک لمحے کے لیے اسے لگا تھا کہ اگر آریانہ کو صوفیہ نے نہیں مروایا تو شاید اشعر نے...؟ مگر اب وہ کنفیوزڈ تھی۔بظاہر ایسا لگتا تو نہیں تھا۔کیا معلوم وہ صرف ایک حادثہ ہو؟)

وان فاتح گرے سوٹ ٹائی میں نک سک سے تیار ہمیشہ کی طرح باوقار لگ رہا تھا۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے اس نے ایک بازو صوفے کی پشت پہ پھیلا رکھا تھا۔ عصرہ سر پہ اسٹول اوڑھے، زمرد رنگ کے باجو کرنگ میں ملبوس تھی۔ اس کے بھوری بالوں کی لٹ گال کو چھو رہی تھی اور دوپٹے کے ہالے میں کانوں میں دمکتے سبز رنگ کے ٹاپس دکھائی دے رہے تھے۔

''اور آپ آریانہ کی کمی تو محسوس کرتی ہوں گی۔'' اینکر آگے ہو کے بیٹھا بڑی دلجمعی سے پوچھ رہا تھا۔ فاتح نے جواباً عصرہ کو دیکھا۔ عصرہ کی نگاہیں جھکیں پھر دوبارہ پلکیں اٹھائیں تو آنکھوں کے گوشے بھیگے تھے البتہ لبوں پہ اداس مسکراہٹ تھی۔

''آریانہ کو تو سارا ملائیشیاء مِس کرتا ہے، موحد۔ مگر یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ آریانہ ہماری سگی بیٹی نہیں تھی۔''

اینکر موہد کو دھچکا سا لگا۔ ایک دم سیدھا ہوا۔ ''جی؟''

''یہ درست ہے۔'' فاتح نے بڑے وقار سے سر کو اثبات میں جنبش دی۔ ''آریانہ ہماری ایڈاپٹڈ بیٹی تھی۔ تفصیل میں جانا تکلیف دہ ہوگا۔ البتہ اس کے اصلی ماں باپ اس کو رکھنے کو تیار نہیں تھے تو میں نے اس کی ذمہ داری لی تھی۔''

''مگر یہ بات سچ ہے کہ....'' عصرہ چہرہ موڑ کے فاتح کو دیکھ کے کہنے لگی۔ ''ہمیں کبھی نہیں لگا کہ وہ ہماری سگی بیٹی نہیں ہے۔ بلکہ اس نے تو ہم سب کو جوڑ کے رکھا تھا۔''

کیمرہ مین کے عقب میں کھڑی تالیہ نے سیل فون کی اسکرین اشعر کو دکھائی۔

''یہ لائیو ریٹنگز آرہی ہیں۔ چیک کریں، ایش۔ انٹرویو ہٹ جا رہا ہے۔''

''گاڈ....لوگوں کے کمنٹس تو دیکھو۔'' وہ دھیمی آواز میں کہتا اسکرین کو دیکھتا سر دھن رہا تھا۔ پچھلے پندرہ منٹ سے وہ آریانہ کے بارے میں بات کر رہے تھے اور اس کا فیڈ بیک ملنا شروع ہو چکا تھا۔

ادھر فاتح کہہ رہا تھا۔

''مجھے بڑا افسوس ہوا جب صوفیہ رحمٰن نے میری چیف آف اسٹاف کے ذریعے مجھے پیغام بھجوایا کہ وہ جانتی ہیں آریانہ میری بیٹی نہیں تھی۔'' وہ بنا کسی جھجک کے کہہ رہا تھا۔ ''میں صوفیہ کو آن ائیر بتانا چاہتا ہوں کہ بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔ میری بیٹی کی ولدیت کو میرے خلاف استعمال کر کے اگر انہیں خوشی ملتی ہے تو شوق سے کریں مگر ہمیں ٹھوس اطلاعات ملی تھیں کہ اس روز....'' اس نے ایک تکلیف دہ وقفہ دیا۔ اسکرین پہ صرف اس کا چہرہ دکھایا جا رہا تھا۔ آنکھوں کی تکلیف چہرے کا وقار اور صبر۔

''اس روز آریانہ کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔ عصرہ اور میں ابھی تک یہ دل سے تسلیم نہیں کر سکے مگر اکثر لوگوں کا خیال یہی ہے۔ بہر حال اگر میری بیٹی مر چکی ہے تو صوفیہ صاحبہ کو کوئی حق نہیں ہے کہ ایک مری ہوئی بچی کو زندہ لوگوں کے مسئلوں میں گھسیٹیں۔ آپ مجھ سے سیاست میں مقابلہ کریں۔ یوں ذاتیات پہ نہ اتریں۔''

پہلی دفعہ اس نے لائیو ٹی وی پہ اس بات کو قبول کیا تھا کہ اس کی بیٹی مر چکی ہے۔

''فاتح صاحب یہ بہت بڑا الزام ہے۔'' اینکر دم بخود تھا۔ ''آپ کہہ رہے ہیں کہ وزیرِ اعظم صاحبہ نے آپ کو آریانہ کی ولدیت کے معاملے کو اچھالنے کی دھمکی دی ہے۔ یہ ایک انتہائی غیر اخلاقی فعل ہے اگر پردھان منتری نے ایسا کیا بھی ہے تو۔ بچہ ایڈاپٹ کرنا گناہ نہیں ہے اور اب تو وہ بچی اس دنیا میں بھی نہیں رہی۔'' اینکر نے مذمت کرنے کے ساتھ پھر تنبیہہ کی۔ ''کیا آپ اس الزام کو ثابت کر سکیں گے؟''

''مجھے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس وقت ریکارڈر لے کر تو نہیں بیٹھا تھا جب میرے پاس یہ پیغام لایا گیا۔ آپ کو میری کریڈیبلٹی کو دیکھ کے خود فیصلہ کرنا ہوگا کہ میں سچ بول رہا ہوں یا جھوٹ۔'' اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

''میں..... یہاں ایک اضافہ کرنا چاہوں گی۔'' عصرہ بڑے تحمل سے بولی تو اسکرین پہ اس کا چہرہ دکھائی دینے لگا۔ ''صوفیہ رحمٰن خود بھی ماں ہیں۔ ان کی اپنی بھی بیٹیاں ہیں۔ فاتح یا میں نے کبھی ان کے بچوں کے بارے میں بات نہیں کی۔ ان کو یہ ہرٹ کرنے والے ریمارکس دیتے وقت اللہ سے ڈرنا چاہیے تھا۔ وہ پہلے ہی ہمیں بہت تکلیف دے چکی ہیں۔''

وہ نرمی اور دل گرفتی سے کہہ رہی تھی۔

''آپ درست کہہ رہی ہیں۔ اگر واقعی وزیرِ اعظم صاحبہ نے ایسا کہا ہے تو یہ قابلِ مذمت بات ہے۔ بچہ ایڈاپٹ کر کے اسے پالنا تو ایک عظیم فعل ہے۔'' اینکر پھر سے مذمت کرنے لگا۔

تالیہ نے اشعر کے قریب ہو کے سرگوشی کی۔ ''کہا تھا نا۔ یہ کام کرے گا۔ آئندہ ملکہ عالیہ آریانہ کا ذکر چھیڑنے کی بھی غلطی نہیں کریں گی۔''

اشعر مسکرایا۔ ''صوفیہ رحمٰن کو سوشل میڈیا پہ گالیاں پڑنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔''

وہ دھیرے سے ہنس دی۔

اینکر نے بریک لی تو فون بجنے لگے۔ ساتھ ہی اسکرین پہ پٹی چلنے لگی کہ وزیرِ اعظم کے ترجمان نے اس دعوے کی تردید کی ہے۔ صوفیہ رحمٰن چادر اور چار دیواری کے تقدس کا احترام کرنے والی خاتون ہیں اور وہ اس دعوے پہ فاتح رامزل کے خلاف کورٹ جانے کا سوچ رہی ہیں۔''

اینکر نے تردید پڑھ کے سنائی تو عصرہ نے بے اختیار فاتح کو دیکھا اور فاتح نے دور کھڑی تالیہ کو۔ تالیہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اپنا فون نکالتی قریب آئی۔

''آپ کو کیا لگتا ہے، سر؟ تالیہ جیسی فین گرل پہلی دفعہ وزیرِ اعظم سے ملے گی اور اپنا کیمرہ آن نہیں رکھے گی؟ میرے پاس وہ کلپ موجود ہے اور آپ....'' بڑے سکون سے اینکر کو دیکھا۔ ''آپ بریک کے بعد اسے چلا سکتے ہیں۔ پورا ملک خود دیکھ لے گا کہ وہ کیا کہہ رہی تھیں۔''

سپاٹ چہرے کے ساتھ اس نے ادھر فقرہ مکمل کیا اور ادھر اینکر کا چہرہ خوشی اور جوش سے دمکنے لگا۔ عصرہ دم بخود تھی اور فاتح مسکرا دیا تھا۔ وہ اب ینکر کو وہ کلپ دے رہی تھی (جس میں صوفیہ کے دھمکانے والے دو فقرے مہارت سے ایڈیٹ کیے گئے تھے۔) اور وہ مسکرا کے فخر سے اپنی چیف آف اسٹاف کو دیکھ رہا تھا جس کی حاضر دماغی اور ان تھک محنت آج ان کے کتنا کام آرہی تھی۔ یہ لڑکی جو سوشلائیٹ تھی اور آرام سے عیش پسند زندگی گزار سکتی تھی' آج سیاست کی بھول بھلیوں میں آستینیں چڑھائے اس کے ساتھ بھٹکتی پھر رہی تھی۔ اس کے راستے کے کانٹے چن رہی تھی۔ ہر طرف سے اس کی حفاظت کر رہی تھی۔

''تالیہ ایک gem ہے۔'' عصرہ نے ستائش سے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا۔

''اور مجھے خوشی ہے کہ تم عصرہ اس کو ہماری زندگیوں میں لائی ہو۔''

البتہ فاتح اور تالیہ نے صبح کی اس تلخ گفتگو کے بعد کوئی ایسی بات نہیں کی تھی۔ وہ اب سنجیدگی سے کام کر رہے تھے یوں جیسے صبح کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

واپسی پہ اشعر کار ڈرائیو کر رہا تھا اور وہ سارا راستہ خوشی سے چہکتا آیا تھا۔ انٹرویو اور پھر وزیر اعظم کے منہ پہ طمانچہ مارتی ویڈیو ہٹ ہو چکی تھی۔ باریسن نیشنل کے ووٹرز کے توصیفی پیغامات سے سوشل میڈیا بھرا پڑا تھا۔ پولز کی ریٹینگز بھی مثبت آرہی تھیں۔

فاتح اور عصرہ کو ان کے گھر اتارا تو تالیہ اتر کے باہر جانے لگی۔ اسے بس اسٹاپ تک جانا تھا مگر عصرہ نے روک لیا۔

''تالیہ.... ایک پینٹنگ خریدی ہے میں نے۔ اسے دیکھتی جاؤ۔'' وہ دوستانہ انداز میں بولی تو وہ انکار نہیں کر سکی۔ اس دن کے بعد آج پہلی دفعہ وہ دونوں یوں آمنے سامنے آئی تھیں اور تالیہ چاہ کے بھی اس روز کی تلخی کو بھلا نہیں سکی تھی۔

فاتح اور اشعر اپنے فونز سامنے کیے' تبصرے کرتے ڈرائینگ روم کی طرف چلے گئے اور عصرہ محمود اسے اپنے کچن میں لے آئی۔ تالیہ قدرے لیا دیا انداز اپنائے ہوئی تھی۔ چپ چپ سی۔ اس کا عصرہ سے خوش اخلاقی سے بات کرنے کا اس وقت کوئی موڈ نہیں تھا۔

''یہ دیکھو.... اچھی ہے نا۔'' عصرہ دیوار پہ آویزاں ایک قیمتی پینٹنگ دکھاتی خود ہی اس کی تاریخ بتانے لگی۔ وہ ہوں ہاں کر کے سنے گئی۔

''مجھے تمہارا شکریہ بھی ادا کرنا تھا۔'' عصرہ اس کی طرف پلٹی اور گہری سانس لے کر کہنے لگی۔ اسٹول ابھی تک سر پہ تھا اور سادہ چہرے کے دونوں طرف ٹاپس دمک رہے تھے۔ ''تالیہ تم نے ہمارا بہت ساتھ دیا ہے۔''

''یہ میری جاب ہے' مسز عصرہ۔'' وہ ہنوز سپاٹ تھی۔ بس یہ بات ختم ہو اور وہ وہاں سے بھاگ جائے۔

''مگر تم نے جاب سے بڑھ کے کیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ درمیان میں تلخ ہو گئی تھی۔'' عصرہ کی نگاہیں جھک گئیں۔ ''میری اِن سیکیورٹی کہہ لو یا کیا.... میں بہت خوف میں تھی۔ ہر چیز چھن جانے کا خوف۔ فاتح.... جولیانہ.... سکندر.... یوں لگتا تھا سب کو کھو دوں گی مگر

آریانہ کی حقیقت معلوم ہوئی تو....'' اس نے مسکرا کے پلکیں اٹھائیں تو وہ بھیگ رہی تھیں۔ ''تو میں نے اپنے سب سے بڑے خوف کو فیس کر لیا۔ تالیہ یقین کرو۔ وہ میرے لئے ایک watershed moment تھا۔ اور اب میں اپنے رویے کا ازالہ کرنا چاہتی ہوں۔''

''مسز عصرہ میرے اور آپ کے تعلقات ہمیشہ درست رہے ہیں۔ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ باقی یہ آپ کا اور فاتح صاحب کا معاملہ ہے۔ سوری لیکن میں اس میں نہیں پڑنا چاہتی۔'' وہ اسی رکھائی سے بولی تو عصرہ پہ جیسے اوس پڑ گئی۔ پھر اس نے گہری سانس بھری۔

''بس میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔'' وہ دھیما سا بولی تو تالیہ کو اپنے لہجے کی خشکی کا احساس ہوا۔ زبردستی مسکرائی اور عصرہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''میں نے کہا نا' میں اپنی جاب کر رہی ہوں۔ آپ کی وجہ سے تو ملی ہے مجھے یہ جاب۔''

''اوکے!'' عصرہ پورے دل سے مسکرائی۔ پھر گھڑی کو دیکھا۔ ''کھانا کھا کے جانا۔''

''میں رات کو کھانا نہیں کھاتی۔ کاربز تو بالکل نہیں لیتی۔''

''تو پھل کھا لو نا۔'' اس نے اصرار کیا۔ مگر تالیہ سے مزید خوش اخلاقی نہیں دکھائی جا رہی تھی۔

''مجھے گھر جانا ہے۔ جلدی ہے۔'' وہ چند فقروں میں جان چھڑا کے باہر آئی تو چہرے کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔

(اتنا دل تو مار دیا ہے اپنا..... دونوں کی صلح بھی کروا دی ہے۔ اب اس کی پہلی بیوی سے ہنس ہنس کے باتیں کروں' یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ تالیہ مراد کو دوستوں کی کمی نہیں ہے جو اسے عصرہ سے دوستی نبھانی پڑے۔ ہونہہ)

اس گھر میں مزید رکنا اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ یہاں فاتح کی فیملی کی ساری نشانیاں تھیں۔ اس کے بچے.... بیوی.... تصویریں۔ اور وہ اس فیملی کا حصہ نہیں تھی۔ دل بار بار کٹنے لگتا تھا۔

''تالیہ۔'' اشعر نے اسے تب پکارا جب وہ گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔ وہ تحمل سے پلٹی۔

''جی ایش؟''

''آبنگ اس وقت خوش ہیں اور اتنی خوشی ان سے عموماً غلط فیصلے کرواتی ہے۔'' وہ سوچنے والے انداز میں کہتا قریب آیا تو وہ چونکی۔

''وہ کیا کرنے کا سوچ رہے ہیں؟''

''یہ تو مجھے نہیں معلوم مگر میرا اندازہ ہے کہ کل وہ شاید بغیر کسی اطلاع کے عوام کے درمیان جانا چاہیں گے۔ کسی ریستوران' کسی اسٹال پہ لوگوں سے جا کے بات کرنا چاہیں گے۔''

''ہرگز نہیں۔'' وہ تیزی سے بولی۔ ''ہم کبھی بھی اپنے امیدوار کو بغیر تیاری کے یوں پبلک میں نہیں بھیج سکتے۔''

''وہی تو میں سوچ رہا ہوں۔ مگر میں آبنگ کو جانتا ہوں۔ ان کو مصنوعی Photo-ops نہیں پسند۔ وہ قدرتی قسم کا فوٹو آپ کرنا چاہیں گے۔''

''نہیں اشعر۔ ہرگز نہیں۔ یوں چیزیں کنٹرول سے نکل جاتی ہیں۔ ایسے وہ اگر کسی بھی ریستوران میں گھس گئے تو ہمیں کیا معلوم سامنے صوفیہ کے ووٹرز بیٹھے ہوں۔ ''فوٹو آپ'' کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ پروٹوکول ہوتا ہے۔ ہمیں اپنی مرضی کی جگہ تیار کرنی ہوگی۔''

''تو پھر ایک کام کرتے ہیں۔'' وہ تھوڑی کھجاتے ہوئے سوچ سوچ کے بول رہا تھا تو وہ دھیان سے سننے لگی۔

☆......☆......☆

اگلی صبح معمول کے مطابق اشعر' فاتح کی کار ڈرائیور کر رہا تھا اور تالیہ فرنٹ سیٹ پہ براجمان اپنے موبائل پہ لگی تھی۔ سنہرے بالوں کو جوڑے میں باندھے' سیاہ کوٹ اور اسکرٹ پہنے' اس نے فلیگ پن کوٹ کے اوپر لگا رکھی تھی۔ فاتح پچھلی سیٹ پہ بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ عینک ناک پہ جمی تھی اور ابرو ستائشی انداز میں اٹھے تھے۔

''تاشہ... تم نے اس لڑکی ایمان کو بالکل تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔'' وہ خبر پڑھتے ہوئے بولا تو تالیہ نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

''یقین کریں ایک عورت کو تباہ کر کے مجھے خوشی نہیں ہوئی مگر میدانِ جنگ میں بے رحمی دکھانی پڑتی ہے۔''

''کیوں نا ہم...'' فاتح نے مسکراتے ہوئے چہرہ اٹھایا۔ ''اس کو استعمال کریں؟''

اشعر اور تالیہ نے ایک خاموش نگاہ کا تبادلہ کیا پھر وہ دوبارہ مڑ کے اچنبھے سے فاتح کو دیکھنے لگی۔

''ہراس منٹ ایشو کو؟ مگر کیسے؟''

''بی این کے ڈھائی لاکھ ووٹرز ہیں۔ ان میں سے ڈیڑھ لاکھ عورتیں اور ٹین ایجرز ہیں۔''

''جی' سر... تو؟'' وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

''اور ان سب کو کبھی نہ کبھی ہراس منٹ فیس کرنی پڑی ہوگی۔ اگر میں اس ایشو کو اپنی کیمپیئن کا منشور بنا لوں تو عورتیں ہم سے ریلیٹ کر سکیں گی۔ ہم ایمان کی گیم کو اپنے لئے استعمال کر لیتے ہیں۔'' وہ طے کر چکا تھا اور اب مطمئن سا مسکرا کے ان کو اطلاع دے رہا تھا۔

''اچھا خیال ہے' آبنگ۔'' اشعر کھنکھارا۔ ''شام میں آپ انٹرویو دیتے ہوئے اس بات کو.....''

''اونہوں۔ انٹرویو بورنگ ہوتے ہیں۔'' اس نے کھڑکی سے باہر کھلی سڑک کو دیکھا۔ ''مجھے یہ بات پبلک میں کرنی چاہیے۔''

اشعر نے نظریں ٹیڑھی کر کے تالیہ کو دیکھا اور مسکراہٹ دبائی۔ اس نے البتہ چہرہ سنجیدہ بنائے فوراً ٹوکا۔

''سر... ہم یوں پبلک میں نہیں جا سکتے۔ ''فوٹو آپ'' کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ لوکیشن ہماری مرضی کی ہونی چاہیے۔ اور....''

''تاشہ پلیز۔ مجھے اپنے عوام میں جانے کے لئے اتنے تکلفات کی ضرورت نہیں ہے۔ ادھر کہیں کار روک دو۔'' وہ بے زار ہوا تو

تالیہ اور اشعر نے ایک خاموش نظر کا تبادلہ کیا۔

"اوکے سر.... پھر کسی مال میں چلتے ہیں۔ وہاں سیکیورٹی بہتر ہوگی۔ یہاں سے رائٹ لے لیں ایش۔" وہ بظاہر ہار مانتے ہوئے بولی۔

کچھ دیر بعد وہ ایک مال میں موجود تھے۔ گراؤنڈ فلور کا فرش شیشے کی طرح چمک رہا تھا اور گردن اٹھا کے دیکھو تو اوپر تک کئی فلورز اور ان کی گیلریز دکھائی دیتی تھیں۔

کارنر میں ایک چائے کا اسٹال لگا تھا جس میں ایک اسکارف والی معمر عورت چولہے پہ کھڑی تھی اور ساتھ ایک ہیلپر لڑکا موجود تھا۔ اسٹال کے دوسری طرف چند اسٹول رکھے تھے جو چائے پینے والوں کے لئے تھے۔ ایک اسٹول پہ وان فاتح بیٹھا تھا اور ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔ آستینیں لاپرواہی سے موڑے، کوٹ ندارد، ٹائی ڈھیلی کیے وہ آرام دہ سا بیٹھا مسکرا کے اردگرد جمع ہوئے لوگوں کو سن رہا تھا۔

توقع کے مطابق تھوڑی ہی دیر میں ہجوم سا اردگرد اکٹھا ہوگیا تھا۔ لوگ موبائل اٹھائے تصاویر اور ویڈیوز بنا رہے تھے۔ دو تین رپورٹرز بھی پہنچ گئے تھے اور ہجوم میں آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تالیہ اور اشعر ذرا فاصلے پہ کھڑے تسلی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"چائے کا اسٹال؟ یو شیور چے تالیہ یہ ٹھیک رہے گا؟"

"ڈونٹ وری۔ اس عورت کو کل سے معلوم تھا کہ وان فاتح یہیں آئیں گے۔ ہجوم بھی ہماری مرضی کا اکٹھا کیا گیا ہے۔ کوئی بھی شخص غیر متوقع بات نہیں پوچھے گا۔ کافی پیسے لگائے ہیں میں نے۔" وہ مسکرا کے بولی تھی۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ ہراسمنٹ ایشو پہ بات کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ لوگ اپنے ہی ہیں۔"

"گڈ۔" وہ مطمئن ہوگیا۔

"تو خاتون مجھے بتائیے....." فاتح کہنی اسٹال کے کاؤنٹر پہ رکھے دلچسپی سے بوڑھی عورت سے پوچھ رہا تھا۔ "آپ کو کبھی ہراسمنٹ کا سامنا کرنا پڑا ہے؟"

"اب تو میری عمر نہیں ہراسمنٹ والی...." خاتون نے گہری سانس لے کر کہا تو سارے میں قہقہہ گونج اٹھا۔ "مگر ہراسمنٹ تو ہوتی ہے فاتح صاحب۔ ہر جگہ ہوتی ہے۔ سڑکوں پہ ہمارے ملک میں کم ہوتی ہے مگر آفسز میں تو لازمی ہوتی ہے۔ بھئی سچ تو سچ ہے۔"

"ہاں تو لڑکیاں اگر اسکارف کے نیچے کھلے کپڑے پہنیں تو انہیں کوئی تنگ نہ کرے۔" ہجوم میں سے کسی نوجوان نے کہا تو فاتح نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"تو تمہارے خیال میں اسکارف، اسکارف نہیں ہوتا بلکہ ایف سولہ طیارہ ہوتا ہے جو ہر حملہ آور کو روک سکتا ہے؟" اس نے اس لڑکے کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کیا ہراسمنٹ اسی لیے نہیں ہوتی سر کہ عورتیں خود کو ٹھیک سے نہیں ڈھانپتیں؟" لڑکا ذرا کنفیوژڈ ہوگیا تھا۔

''تمہیں معلوم ہے ایک دلچسپ تحقیق ہوئی تھی جس میں ریپ شدہ خواتین اور بچیوں کے وہ لباس اکٹھے کیے گئے جو انہوں نے ریپ کے وقت پہن رکھے تھے۔''

وہ اپنے اردگرد دائرہ صورت اکٹھے لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ ساتھ ہی کاؤنٹر پہ رکھی چائے کی پیالی کے کناروں پہ انگلی بھی پھیر رہا تھا۔ دور کھڑی تالیہ اس انداز کو پہچانتی تھی۔ وہ جیا میں کھڑے چائے کی پیالی تھامے فاتح رامزل کو پہچانتی تھی۔

''اور جانتے ہو سب کے لباس مختلف تھے۔ کسی کا پورا لباس تھا' کسی کا کھلا' کسی کا تنگ تو کسی کا چھوٹا۔ اس لئے صرف لباس کو الزام دینا چھوڑو۔ لباس وہاں میٹر کرتا ہے جہاں عورتوں مردوں کا روز کا بیٹھنا ہو' اور خواتین اپنے نازیبا لباس سے کسی کو متوجہ کریں۔ مگر روٹین میں بس میں سفر کرتی عورتیں' سڑک پہ گزرتی لڑکیاں' اسکول جاتی بچیاں۔ ان کے لباس سے قطع نظر ان کو چھیڑا جاتا ہے۔ عبایا حجاب والی بھی ریپ ہوتی ہے' اور آٹھ سال کی فراک والی بچی بھی۔ ذمہ دار کون ہے؟ کوئی مجھے یہ بتا سکتا ہے؟''

''کون ہے؟'' مجمع میں سے کسی نے دہرایا۔

''کچھ لوگ وکٹم کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ ضرور لڑکی نے کچھ کیا ہوگا۔ اسے وکٹم شیمنگ کہتے ہیں جو شدید قابلِ مذمت رویہ ہے۔ کچھ لباس کو' کچھ معاشرے میں پھیلی فلموں اور پورنوگرافی میٹریل کو جو مردوں کا اخلاق خراب کر رہا ہے۔ مگر میں ان سب کو غلط سمجھتا ہوں۔''

''وہ کیوں' سر؟''

''کیونکہ جب قتل ہوتا ہے تو آپ لوگ مقتول کو قصوروار ٹھہراتے ہو؟ کہ شاید مقتول کے لباس نے قاتل کو اکسایا ہو۔ یا شاید معاشرے میں پھیلی تشدد انگیز ویڈیو گیمز نے قاتل کو ایسا بنایا ہو۔ نہیں نا۔ آپ قاتل کو قصوروار ٹھہراتے ہو۔ کیونکہ 'قاتل' خود گناہگار ہوتا ہے۔ اسی معاشرے میں باقی ہم سب بھی رہتے ہیں۔ سب تو قاتل نہیں بنتے۔ سب تو کسی کو مارنے نہیں کرنے لگ جاتے۔ ہاں تشدد انگیز ویڈیو گیمز اور فلمیں اچھی نہیں ہوتیں مگر ہر ایک تو ان کے باعث قاتل نہیں بن جاتا نا۔ ایسے ہی اچھے برے لباس سب پہنتے ہیں۔ ہم میں سے ہر مرد تو عورتوں کو ہراس نہیں کرنے لگ جاتا۔ ایسے میں قصوروار کون ہوا؟ صرف وہ مرد جو ہراس کر رہا ہے۔ صرف وہ مرد۔ وہی قصوروار ہے۔ مذمت اس کی کرنی چاہیے۔ وکٹم کے لباس کو وجہ بنا کے ہراسر کے عمل کو جسٹفائی نہیں کرنا چاہیے۔ ہم قتل کو جسٹفائی نہیں کرتے تو ہراس منٹ کو کیوں کرتے ہیں؟ ایک بچی ریپ ہوتی ہے تو لوگ ماں باپ سے لے کر بچی کے لباس تک کو پہلے تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ یہ غلط رویہ ہے۔ گناہگار کو الزام دینے کی عادت ڈالیں۔ وکٹم کو نہیں۔ آپ لوگوں کو اس کے بارے میں سوچنا ہوگا۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے چائے کا کپ لبوں سے لگایا تو گھونٹ بھر کے جیسے مزہ نہیں آیا۔ ''یہ ٹھنڈی ہو گئی۔'' کپ نیچے کیا تو ایک لڑکی نے مجمع میں سے سر نکال کے طنزیہ سا پکارا۔

''فاتح صاحب آپ تو یوں کہہ رہے ہیں جیسے اکثر ان چائے اسٹالز پہ آتے ہوں؟ آپ کو تو آپ کے ذاتی گارڈز ہاتھ میں

چائے کافی لا دیتے ہیں۔ یہاں تو عام لوگ آتے ہیں' سر۔ آپ تو صرف فوٹو آپ کے لئے آئے ہیں۔"

لڑکی کی آواز اونچی تھی۔ مجمع سے ہٹ کے کھڑی تالیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ وہ الرٹ سی سیدھی ہوئی۔ اشعر نے بھی چونک کے اسے دیکھا۔ "ہمارے مخالف اخبار کے رپورٹرز کو نہیں ہونا تھا یہاں۔ اس کو میں جانتا ہوں۔ یہ مخالف ہے۔"

"خبر پھیل گئی ہوگی۔ اب کیا کریں۔" وہ بھی پریشان ہوگئی۔ بھرے مجمع میں بدمزگی کسی صورت قابلِ قبول نہیں تھی۔

"میں دیکھتا ہوں۔" اشعر آگے بڑھنے لگا تو تالیہ نے روکا۔

"ایک منٹ۔ ان کو خود سنبھالنے دو۔"

اسٹول پہ بیٹھے فاتح نے لڑکی کے طنز کے جواب میں مسکرا کے سر جھٹکا اور دلچسپی سے اسے دیکھا۔ "تو آپ کا خیال ہے وان فاتح ایک شاہانہ زندگی گزارنے والا آدمی ہے جسے عام لوگوں کے مسائل کا علم نہیں ہے؟"

"سر' میرا خیال ہے کہ آپ صرف فوٹو آپ کر رہے ہیں۔ کیمپین Stunt۔ اگر آپ کو عام لوگوں کے مسائل کا علم ہوتا تو آپ روز ایسے چائے اور سوپ کے اسٹالز پہ آتے اور لوگوں کے مسائل سنتے۔" رپورٹر بہت پکی تھی اور اعتماد سے بول رہی تھی۔ تالیہ نے غصے بھری بے بسی سے مٹھی بھینچی مگر وہ اس وقت کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"اگر اللہ نے مجھے پچاس گھنٹے کا دن دیا ہوتا تو میں روز کے دو گھنٹے ایسے ہی کاموں میں گزارتا لیکن اگر میرا سارا دن پارٹی امور سنبھالنے میں گزر جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں آپ لوگوں سے ریلیٹ نہیں کر سکتا۔"

مجمع خاموش ہوگیا تھا اور سب باری باری رپورٹر اور فاتح کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے ٹینس کورٹ میں گیند کو ایک کھلاڑی سے دوسرے تک جاتے دیکھا جاتا ہے۔

"تو آپ مان لیں نا کہ آپ صرف ایک اسٹنٹ کرنے آئے ہیں یہاں' نہ کہ یہ عام سی چائے پینے۔ کیونکہ آپ کے ہاتھ میں پارلیمان جاتے ہوئے عموماً اسٹاربکس کا کافی گلاس ہوتا ہے جس پہ باریسٹا آپ کے باڈی مین یا سیکرٹری کا نام لکھتا ہے۔ وہ بھی غلط سپلینگ کے ساتھ جس کا مطلب ہے کہ آپ اپنی کافی بھی خود نہیں خریدتے۔"

ساتھ ہی رپورٹر نے ایک استہزائیہ سا اشارہ اس کے ہاتھ میں پکڑی پیالی کی طرف کیا۔

وان فاتح کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ چہرہ سنجیدہ ہوا۔ آنکھیں چھوٹی کر کے رپورٹر کو دیکھا۔

"آپ یہ دعویٰ کر رہی ہیں کہ مجھے چائے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم؟" مڑ کے اسٹال کے چولہے کے پیچھے کھڑی معمر عورت کو پکارا۔ "خاتون آپ ادھر آجائیے۔"

وہ آستینیں فولڈ کرتا اٹھا اور گھوم کے چولہے کی پچھلی طرف آیا۔ معمر عورت ہکا بکا رہ گئی۔ پیچھے تو ہٹ گئی مگر پریشان تھی

۔''میں....کر لیتی ہوں فاتح صاحب۔''(یہ پلان کا حصہ نہیں تھا جو اسے بتایا گیا تھا۔)

''ایک چائے کے عاشق کو اپنے عشق کی توہین برداشت نہیں ہے' خاتون۔ یہاں مزید برتن رکھ دیں۔'' وہ برنر کے پیچھے آ کھڑا تھا' آستین اوپر چڑھائے ہتھیلیاں میز کے کناروں پہ رکھے مسکرا کے اس نے رپورٹر کو دیکھا۔ وہ بھی مسکرائی جیسے چیلنج دے رہی ہو کہ یہ ڈرامہ زیادہ دیر تک نہیں چلے گا۔

دائرہ صورت ہجوم میں دبی دبی پر جوش آوازیں گونجنے لگیں۔ لوگ مسکراتے ہوئے' چہکتے ہوئے ویڈیوز بنا رہے تھے۔ اشعر سے مزید برداشت نہ ہوا۔

''اب یہ stunt ختم کرنا پڑے گا۔ آ بنگ خود کو embarass نہ کر دیں۔''

''نہیں رکو۔'' وہ بس اسے ہی دیکھ رہی تھی۔''صرف چائے ہی تو ہے۔ وہ بنا لیں گے۔''

اشعر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔''اول تو انہوں نے ساری زندگی چائے نہیں پی اور دوم' ان کو تو خود سے انڈا ابالنے کی بھی عادت نہیں ہے۔''

''ایش' جس شخص کے ہاتھ میں ہم پورا ملک دینا چاہتے ہیں' اس کے ہاتھ میں چند پتے اور پانی دینے سے ڈریں مت۔ اپنے لیڈر پہ بھروسہ رکھیں۔'' وہ گہری سانس لے کر سینے پہ بازو لپیٹے وہیں کھڑی دیکھنے لگی۔

فاتح اب ایک شیشی سے چند پتے نکال کے انگلیوں میں مسل کے ابلتے پانی میں پھینک رہا تھا۔

''سر' قہوہ تو ہر کوئی بنا لیتا ہے' لیکن....'' رپورٹر جو سامنے کھڑی تنقیدی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی تھی' فاتح نے اسے ٹوک دیا۔

''یہ صرف قہوہ نہیں ہے۔'' اس نے چہرہ برتن پہ جھکا کے آنکھیں موندیں اور مہک دار سانس اندر اتاری' پھر سیدھا ہو کے بولا۔''یہ روسی بلینڈ ہے۔ سیاہ چینی چائے اور غالباً ہندوستانی پتی کا مکسچر۔ اس کو صبح کے وقت پیا جاتا ہے۔ البتہ یہ....'' دوسری شیشی کھولی' سونگھی' اور پھر چند پتے نکال کے دوسرے ابلتے پانی کے برتن میں پھینکے۔

''یہ سبز چینی چائے ہے اور اس میں چنبیلی کے پھول شامل کیے گئے ہیں۔ یہ شام کے وقت پی جاتی ہے۔ اور یہ.....''

وہ ایک ایک شیشی اٹھاتا' پتے نکال کے برتن میں جھونکتا اور دوسری شیشی اٹھا کے بتانے لگتا۔''یہ کشمیری چائے کا بلینڈ ہے۔ اس میں غالباً...'' رک کے پتوں کی مہک کو قریب کر کے سونگھا۔''غالباً بلیک پتی کی مختلف اقسام اور انڈین مصالحے ڈالے گئے ہیں' اور اس کو اس مقدار میں مکس کیا جاتا ہے جس میں قدیم نیپالی کیا کرتے تھے۔ اور ہماری رپورٹر کا خیال تھا کہ وان فاتح کو چائے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم؟''

اس نے ساتھ ہی مسکرا کے تائیدی نظروں سے بڑھیا کو دیکھا جو منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر فوراً گڑبڑا کے سر ہلا دیا۔

”جی.... یہ رشین بلینڈ ہی تھی.... اور دوسری والی چنبیلی کی سبز چائے تھی اور تیسری نیپالی ریسیپی والی کشمیری چائے۔“

رپورٹر کی مسکراہٹ اب سمٹ چکی تھی البتہ اس نے بظاہر بے نیازی سے شانے اچکائے۔ لوگ پرجوش سے بولتے مسلسل تصویریں بنا رہے تھے۔

”اس کو بند کر دیں۔“ فاتح نے خاتون کو چولہے بند کرنے کا اشارہ کیا تو اس نے جلدی سے سوئچ آف کیا۔

”ہماری مہمان اب ہمیں بتائیں گی کہ انہیں چائے کیسی لگی۔“ اس نے بڑی سادگی سے چائے کو چینک میں انڈیلا اور پھر.... (بڑھیا نے جلدی سے شیشے کی پیالیاں ٹرے میں سجا کے سامنے کیں) وان فاتح نے چینک بلند کر کے پیالیاں بھرنی شروع کیں۔ سنہری سی دھار آبشار کی طرح اندر گرنے لگی۔ یہ سب بہت مانوس تھا اور اس کے ہاتھ یوں کام کر رہے تھے جیسے ان کو برسوں سے عادت ہو۔

”اگر مجھے ملک کی باگ دوڑ نہ سنبھالنی ہوتی 'خاتون....“ وہ لڑکی کو دیکھتے ہوئے چائے پیالیوں میں اتنی مہارت سے انڈیل رہا تھا کہ ایک قطرہ بھی نیچے نہ جھلکتا تھا۔ ہر پیالی میں گھونٹ بھر ڈال کے دھار اگلی میں چلی جاتی' پھر واپس پیچھے آتی۔ ساری پیالیاں ایک ساتھ بھری جا رہی تھیں اور لوگوں کی متحیر نظریں اس کرتب پہ جمی تھیں۔

”تو میں شیف بننے کو ترجیح دیتا۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ....“ (ایک چینک رکھی اور دوسری اٹھا کے باقی کپ بھرنے لگا۔ بڑھیا ساتھ ساتھ کام کر رہی تھی۔) ”مجھے زیادہ بڑے مسئلے حل کرنے ہیں اور میرے پاس فوٹو آپس کے لئے ٹائم نہیں ہے مگر آپ کو.... (ایک پیالی اٹھا کے بازو بڑھا کے لڑکی کی طرف بڑھائی جس کے کندھے اور چہرے کے زاویے اب تک سیدھے ہو چکے تھے۔) کافی کی جگہ چائے پہ آ جانا چاہیے کیونکہ یہ زیادہ ری فریشنگ ہوتی ہے۔“ لوگ تالیاں بجانے لگے اور وہ مسکرا کے واپس سیدھا ہوا' پھر خاتون کو اشارہ کیا۔ وہ اور ان کے ورکرز اب لوگوں کو چائے سرو کرنے لگے تھے۔ رپورٹر لڑکی نے ہار ماننے والے انداز میں کندھے اچکائے' اور پیالی سے گھونٹ بھرا۔

”اچھی ہے مگر اب دیکھنا ہے کہ کیا آپ ملک بھی اتنا اچھا چلا سکتے ہیں یا نہیں۔“

”آپ مجھے موقع دیں۔ یہ وقت بتائے گا کہ وان فاتح کو کیا کیا کرنا آتا ہے۔ وقت سارے سوالوں کے جواب دے دیا کرتا ہے۔“

پھر وان فاتح نے صرف مسکرا کے مجمع کی طرف الوداعی انداز میں ہاتھ بلند کیا' پھر وہ مڑا تو گارڈز فوراً اس کی طرف بڑھے۔ وہ ان کی معیت میں چلتا اس جگہ تک آیا جہاں دم بخود دکھڑا اشعر اور مطمئن سی تالیہ نظر آ رہی تھی۔ اب فاتح کی مجمع کی طرف پشت تھی اور وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے تھے اسی لئے اس کی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی اور وہ قریب آتے ہی دبی آواز میں خود کو کوستے ہوئے بولا تھا۔

”یا اللہ.... آئندہ بغیر تیاری کے کبھی فوٹو آپ نہیں کرنا۔ نیور۔“ جھرجھری لے کر وہ آگے بڑھا تو وہ مسکراہٹ دبائے پیچھے لپکی۔

”ریلیکس باس۔ آپ نے اچھا سنبھال لیا۔ بچت ہو گئی۔“

”آبنگ آپ کو چائے کے اتنے نام کیسے معلوم تھے؟“ اشعر ان کے ساتھ تیز تیز چلتا تعجب سے پوچھ رہا تھا۔